المرشد

ماهنامه

الله
رسول
محمد

نومبر
2007ء

قد افلح من تزكى وذكر اسم ربه فصلى

القرآن الكريم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

اللہ کے ولی کا کشف اسکی اپنی ذات کی رہنمائی کے لیے ہوتا ہے دوسروں کی رہنمائی اپنے کشف سے نہیں کر سکتا! امیر محمد اکرم اعوان

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

دنیا آخرت کا سایہ ہے:

دنیا آخرت کا پرتو ہے، سایہ ہے، عکس ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جسے اللہ کی اطاعت کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور جو رسول ﷺ کی پیروی کرتا ہے، اس کے لئے محنت کرتا ہے اور یقین کے ساتھ کرتا ہے، جس کی آخرت سنورتی ہے تو دنیا چونکہ اس کا پرتو ہے اس کے لئے دنیا میں بھی آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں، اس کی دنیوی زندگی بھی پرسکون ہو جاتی ہے، اسے دنیا میں بھی اطمینان نصیب ہو جاتا ہے۔ بے شمار مصیبتوں سے اللہ اس کی حفاظت فرماتا ہے اور اسے بے شمار لغزشوں سے بچا لیتا ہے۔ اس کے دل میں ایک سکون ہوتا ہے۔ آپ ایسے لوگوں کو دیکھیں کہ پتھر پہ بھی سر رکھیں تو سو جاتے ہیں، آرام کرتے ہیں لیکن جنہیں یقین کی دولت نصیب ہوتی، اگر وہ کھربوں کے مالک بھی بن جائیں اور اونچے شاندار محلوں میں بھی ہوں تو چند لمحوں کی نیند کے لئے خواب آور گولیاں کھانی پڑتی ہیں لیکن پھر بھی اطمینان نہیں ہوتا، سکون نہیں ملتا۔

اللہ کریم کا ارشاد ہے تطلع علی الافدۃ۔ دوزخ کی آگ ایسی ہے کہ دل کے نہاں خانے کو جا چھوتی ہے آگ میں آپ کوئی چیز ڈالتے ہیں تو وہ باہر سے جلانا شروع کرتی ہے لیکن دوزخ کی آگ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ صرف باہر سے نہیں جلاتی، نہاں خانہ دل کے اندر جا کر آتش برپا کر دیتی ہے تو جو لوگ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی پہ کمر باندھ لیتے ہیں، یا جنہیں یہ یقین نہیں رہتا اور شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان کی زندگی سے سکون اٹھ جاتا ہے کیونکہ ان کے دل کی گہرائیوں میں دوزخ کا دھواں اور اس کی تپش پہنچ رہی ہوتی ہے۔

اداریہ

تصوف کا واحد مقصد خلوص فی النیت' خلوص فی العمل رب العالمین سے تعلق اور عملی زندگی میں اتباع سنت کا نصیب ہونا ہے۔ اگرچہ تصوف کے دیگر بے شمار ثمرات بھی ہیں لیکن وہ مقصد قرار نہیں پاتے۔ مشاہدہ' کشف' القا' الہام یا وجدان وغیرہ بھی تصوف کے ثمرات میں سے ہیں لیکن یہ معیار اور مقصد ہرگز نہیں اور نہ ہی ان چیزوں کی بنیاد پر کسی بزرگی یا ولایت کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ مخلوق کو خالق کے دروازے پر جمع کرنے اور اتباع سنت خیر الانام ﷺ کے عظیم مقصد کے لئے مصروف عمل ہے۔ بفضل اللہ لاکھوں انسان اس دولت عظیم سے بہرہ مند ہو چکے ہیں اور دنیا بھر میں طلب صادق رکھنے والے احباب کی تربیت کا سلسلہ جاری ہے۔

باوجود اس کے کہ سلسلہ عالیہ میں ذاتی کشف کے اظہار یا کشف کی بنیاد پر کسی کو مشورہ دینے کی قطعاً اجازت نہیں ایسے عناصر کی حوصلہ شکنی کی جاتی رہی ہے اور اس طرز عمل سے سختی سے روکا گیا ہے لیکن اس کے باوجود کچھ احباب کشف کے اظہار سے باز نہیں آتے۔ امیر محمد اکرم اعوان نے دو ستمبر 2007ء کو اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا ''جسے کشف و مشاہدہ نصیب ہو جاتا ہے اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اسکی عبادات میں زیادہ خشوع و خضوع پیدا ہو جاتا ہے۔ مشاہدات کے باعث حقائق اُخروی اسکی نگاہوں کے سامنے رہتے ہیں اور وہ فرائض کے علاوہ نوافل پر بھی محنت کرتا ہے اور معاملات دنیا میں آخرت کو پیش نظر رکھتا ہے۔ مشاہدات میں ایک بات یہ بھی ہے کہ صاحب مشاہدہ کے ساتھ شیطان بھی پوری کوشش کرتا ہے اور اپنی طرف سے تصویریں بھی دکھاتا ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ جو تصویریں وہ دکھاتا ہے بندہ اُن پر اعتبار کرے۔ وہ یہ تو نہیں بتاتا کہ میں شیطان ہوں اور تمہیں گمراہ کر رہا ہوں بلکہ وہ یہ کہتا ہے کہ یہ بات اللہ کی طرف سے ہے تو جو بے نصیب ہوتے ہیں وہ اس کی بات پر عمل شروع کر دیتے ہیں یہ فیصلہ کیسے کیا جائے کہ یہ کشف ہے یا شیطانی دھوکہ؟ اس کا پتہ ایسے چلتا ہے کہ اگر کشف من جانب اللہ ہے تو اس کے نتیجے میں بندے میں مزید عاجزی آئے گی' مزید خلوص پیدا ہوگا' اور بُرائی سے مزید نفرت ہوگی' دین سے محبت ہوگی' نیکی کرنے کو دل چاہے گا' غلطی ہو جانے پر اسکی تلخی محسوس ہوگی' گناہ کڑوا لگے گا اور آدمی اپنی اصلاح کے لئے مزید محنت کرے گا' شیطانی دھوکے کی نشانی یہ ہے کہ آدمی کو اپنی بڑائی کا احساس ہونے لگے گا کہ میں بہت بڑی چیز ہوں میں بہت بڑا بزرگ بن گیا ہوں' اُسے اپنے مقدس ہونے کا زعم ہو جائے گا پھر بجائے اس کے کہ وہ آخرت کی یا اعمال صالح کی یا دین کی پیروی کی بات کرے وہ اس راستے پر چل نکلے گا کہ لوگوں سے کہتا پھرے گا کہ تمہارے لئے اللہ کا یہ حکم ہے کہ تم یہ کاروبار نہ کرو وہ کاروبار کرو تمہاری بیماری فلاں چیز سے ٹھیک ہوگی' حالانکہ کشف اصلاح کے لئے ہوتا ہے دنیا کے امور انجام دینے کا طریقہ شریعت میں طے ہو چکا ہے۔ حلال حرام' جائز' ناجائز حتیٰ کہ مکروہات و مباحات تک تمام باتیں واضح ہو چکی ہیں۔ دنیاوی کام شریعت کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے شریعت کے مطابق کرنے ہونگے ان پر نتائج کیا مرتب ہوتے ہیں۔ یہ اللہ کی مرضی پر منحصر ہے۔''

امیر محمد اکرم اعوان نے مزید وضاحت فرمائی کہ ''کشف' مشاہدہ' القا' الہام اور وجدان اگر شریعت کے مطابق ہوں تو درست ورنہ مردود ہیں۔ یہ نہایت اہم بات ہے کہ ان ذرائع کے ذریعے جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم عطا کیا جاتا ہے تو نہ تو انبیا کے سمجھنے میں کسی غلطی کا امکان ہوتا ہے اور نہ ہی شیطان اس میں مداخلت کر سکتا ہے لیکن جب بات ولی اللہ کی آتی ہے تو پہلی شرط یہی ہے کہ نبیؑ کے ارشادات عالی کے مطابق ہو اس سے متصادم نہ ہو اگر نبیؑ کے احکام سے ٹکرائے گا تو ولی کا کشف باطل ہوگا نبیؑ کی بات قائم رہے گی کیونکہ ولی کو سمجھنے کی وہ قوت نصیب نہیں ہوتی جو نبی کو ہوتی ہے اور ولی کو شیطانی القا اور مداخلت سے وہ تحفظ حاصل نہیں جو نبیؑ کو حاصل ہوتا ہے۔ دوسری ضروری بات یہ ہے کہ کسی بھی صاحب کشف ولی کے کشف کا دوسرا بندہ مکلّف نہیں ہوتا یہ صرف نبیؑ ہے جس کے کشف کی مکلّف ساری اُمت ہوتی ہے یہ منصب صرف انبیاء کا ہے ولی کا یہ مقام نہیں۔ بڑے سے بڑا صاحب کشف ولی اللہ ہو تو اس کا کشف اسکی اپنی ذات کی رہنمائی کے لئے ہے وہ ذاتی طور پر تو رہنمائی لے سکتا ہے لیکن دوسروں کی رہنمائی اپنے کشف سے نہیں کر سکتا کہ یہ مقام صرف نبیؑ کا ہے۔''

امیر محمد اکرم اعوان کی اس معاملہ پر اس قدر وضاحت اور ہدایات پوری جماعت کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ تمام احباب کو اپنے طرز عمل پر غور کرنا چاہئے کشف انتہائی حساس اور نازک معاملہ ہے اس پر نازاں ہونے کی بجائے اپنے مقصد پر نظر رکھنے، طلب کو جانچنے اور معاملات کے نکھار پر توجہ مرکوز رکھنے کی ضرورت ہے۔

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان، سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گرد سفر
نشان منزل
کونسی ایسی بات ہوئی ہے
سوچ سمندر
متاع فقیر
آس جزیرہ
دیدہ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

فرماتے ہیں۔

''میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہئے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں، اس کی مجھے خبر نہیں اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے بہت سکھایا کم، سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔

اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرم کا فیض نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ میں آسکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔''

نعت

کہاں میں کہاں یہ عطا اللہ اللہ
کہ دیکھوں حرم کی ضیاء اللہ اللہ
تجلی ذاتی کا مہبط ہے یہ گھر
سجائے کھڑا ہے قبا اللہ اللہ
محبت تھی اس گھر سے میرے نبیؐ کو
تھا یہ گھر بھی ان پر فدا اللہ اللہ
تری وحی قدسی عطا کی ضیاء سے
منور حرم اور حرا اللہ اللہ
یہ ذرے، چٹانیں، یہ دشوار راہیں
نصیب ان کا سب سے سوا اللہ اللہ
ہے چوما انہوں نے قدوم نبیؐ کو
فلک جن کا تھا فرش پا اللہ اللہ
بظاہر سیہ پوش، جلائے پتھر
دو عالم میں ان کی ضیاء اللہ اللہ
انہی پتھروں میں ہے وہ غار دیکھو
رکا تھا جہاں قافلہ اللہ اللہ
نبیؐ کی سواری تھا صدیق اکبر
انہی دو کا تھا تیسرا اللہ اللہ
معنا کا نغمہ سنا تھا جنہوں نے
یہ راہیں ہیں ان پہ فدا اللہ اللہ

اقوالِ شیخ

☆......اب ہم ایسی منزل پر آ گئے ہیں جہاں پھر سے ہمیں خالصتاً پورے خشوع وخضوع کے ساتھ' پورے دردِ دل کے ساتھ اور پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ برکات نبوی علی صاحبھا الصلوۃ والسلام کے حصول کی ضرورت ہے ہم بحیثیت مسلمان' مسلمانوں سے ہی ظلم کو روکنے کی بات کرتے ہیں جب کہ ہم مکلّف ہیں اللہ کی زمین پر ظلم روکنے کے۔

☆......دعا کا سلیقہ وہی ہے جو سنت نبوی ﷺ سے ثابت ہے کہ میدان بدر میں صف آرا ہو کر اور اپنے خدام کو میدان میں اُتار کر آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔ ہم بھی اپنے اسباب وسائل اور کوشش بروئے کار لا کر دعا کریں پھر تو دعا کی بھی بات ہو۔

☆......آج اگر دنیائے سیاست میں مسلمانوں کا کوئی ملک حامی یا ناصر یا ان کا معاون یا ان کے لئے فکر کر سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف پاکستان ہے تمام اسلامی ریاستوں میں صرف پاکستان ایک ایسی ریاست ہے جو اگر آج بھی اپنے پیروں پہ کھڑا ہو جائے تو آج بھی دنیائے کفر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ سکتا ہے کہ خبردار! دنیا میں کہیں ظلم ہوا تو اس کا جواب دیا جائے گا اور یہ جواب پاکستان دے سکتا ہے۔

☆......ایک مصیبت یہ ہے کہ یہاں طبقات اور گروہوں میں لوگ بٹ گئے ہیں ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میرا گروہ میری پارٹی یا میرے ساتھی غالب رہیں اور دوسرے مغلوب رہیں۔ مسلمان کی ساری طاقت صرف اور صرف رسول اللہ کے دین کے لئے ہے کسی گروہ' کسی فرقے کسی جماعت' کسی پارٹی' کسی مدرسے یا کسی سکول آف تھاٹ کیلئے نہیں۔

☆...... اسلام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ہر مسلمان اپنی ذمہ داری کا احساس کر کے صرف اپنی ہی نہیں دوسرے کی ذمہ داری بھی اپنے سر لینا چاہتا ہے اور یہ حسن اسلام ہے آج ہماری یہ حالت ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریاں بھی چاہتے ہیں کہ دوسرا ادا کر دے۔

☆...... پیر یا مولوی کا احسان صرف یہ ہے کہ جب ہم بھٹکیں تو وہ ہمیں وہ راستہ دکھا دے جو بارہ گاہ نبوی ﷺ کو جاتا ہے۔ اگر ہم بھٹک رہے ہیں اگر ہم سے وہ راستہ چھوٹ رہا ہے تو پیر صاحب کا یا مولوی صاحب کا احسان ہم پہ یہ ہے کہ وہ ہمیں اپنا اسیر نہ بنائے بلکہ ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ کا راستہ دکھا دے۔ اس کے علاوہ کسی پیر' کسی مولوی کا کوئی مصرف نہیں۔

کشف و مشاہدہ کی حقیقت

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 02-09-2007

الحمدللہ رب العٰلمین○

والصلٰوۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد وَالہٖ

واصحابہٖ اجمعین○

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰنِ الرجیم○

بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیم○

فمن اظلمُ ممن افتریٰ علی اللّٰہ کذباً او کذب بایتہٖ.
اولٰئکَ ینالھُم نصیبُھُم من الکِتٰب . حتی اذا جآء فھُم
رسلُنا یتوفونھم قالوآ اینَ ماکنتُم تدعون من دونِ اللّٰہِ.
قالوا ضلوا عنا وشھدوا علیٰ انفسِھم انھُم کانوا
کٰفِرین○ الاعراف آیت نمبر 37

مَولایَ صَلِ وَسَلِّمْ دَائِماً ابداً
عَلٰی حَبِیبکَ مَنْ زانت بِہٖ الْعُصُروا

دین اللہ کا بتایا ہوا وہ سیدھا راستہ ہے جو آقائے نامدار ﷺ نے بڑے واضح، مکمل اور آسان ترین پیرائے میں بیان کر دیا ہے جسے ہر آدمی سمجھ سکتا ہے، جان سکتا ہے، عمل کر سکتا ہے اور نبی کریم ﷺ نے اس پر اسی طرح عمل کر کے عملی نمونہ بھی عطا فرما دیا ہے اب اگر کوئی اپنے نظریے یا کردار میں حضور نبی کریم ﷺ کی پیروی چھوڑ کر آپ ﷺ کے طریقے سے جدا ہو کر آپ ﷺ کے بتائے ہوئے راستے سے ہٹ کر کام کرتا ہے اور اُسے ثواب اور دین بھی سمجھتا ہے تو یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ گویا وہ اللہ کریم پر الزام لگا رہا ہے۔ جو بات اللہ کے دین نے نہیں فرمائی اُسے دین کہنا اللہ پر بہتان ہے فرمایا فمن اظلم اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا یا اس سے بڑی زیادتی کیا ہوگی کہ اللہ پر جھوٹ باندھا جائے ممن افتریٰ علی اللہ کذباً او کذب بایتہٖ. اس کی آیات کا انکار کرے یا اپنی طرف سے رسم ایجاد کر کے اُسے دین کا نام دیکر اللہ پر جھوٹ بولے یہ دونوں جرم ایک جیسے ہیں اولٰئک ینالھم نصیبھم من الکتب ایسے لوگوں کی روزی بند نہیں کر دی جاتی ان کا کھانا پینا روک نہیں لیا جاتا۔ کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ وہ یہ سب کچھ کر رہا ہے اور اسے رزق بھی مل رہا ہے اُسے اولاد بھی ملی ہوئی ہے اس کا کاروبار بھی چل رہا ہے ان چیزوں کا تعلق دین سے نہیں۔

دین کا تعلق اللہ کریم سے تعلق بنانے میں ہے۔ اللہ کریم سے اپنا رشتہ عبدیت قائم کرنے میں ہے۔ اللہ کریم سے محبت اور اطاعت کرنے میں ہے۔ دین کا تعلق روزی سے نہیں ہے کہ کوئی بہت دین دار ہے تو اُسے زیادہ روزی ملے گی اور جس کا دین زیادہ نہیں ہوگا تو اُسے کم روزی ملے گی بلکہ ینالھم نصیبھم من الکتب. ہر ایک کو اس کا مقدر کیا ہوا رزق ملتا رہے گا۔ بہت سے لوگ اللہ کی نظر میں بہت ہی

ناپسندیدہ ہوتے ہیں۔ جیسے فرعون، نمرود، شداد جو اپنی خدائی کے دعویدار بھی تھے اور دنیا میں صدیوں تک انکی سلطنتیں اور حکومتیں بھی تھیں فرعون کے خاندان میں کم وبیش چار سو سال حکومت رہی اور ہر فرعون خدائی کا دعویدار بھی رہا تو کیا یہ اللہ کی رضا تھی؟ کیا اللہ اُن سے خوش تھا؟ نہیں۔ بات یہ ہے کہ دنیا کا رزق، صحت، بیماری، اقتدار واختیار یہ سب مقدر ہو چکا تقسیم ہو چکا کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ گناہ کر کے بھی اُسے روزی مل رہی ہے تو شاید یہ اللہ کی پسندیدگی کی نشانی ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ کی پسندیدگی یا ناپسندیدگی کا فیصلہ انسان کے عقیدے اور کردار سے ہوتا ہے اللہ کریم فرماتے ہیں اُسے یہ بات اُس وقت سمجھ آجاتی ہے جب اللہ کے فرشتے روح قبض کرنے کے لیے پاس پہنچتے ہیں اور پوچھتے ہیں **قالو این ما کنتُم تدعون من دون اللہ** آج وہ کہاں ہیں جنہیں تم نے اللہ کو چھوڑ کر معبود بنا رکھا تھا آج تو تمہیں ان کی مدد اور تعاون کی سب سے زیادہ ضرورت ہے تو مرنے والا کہتا ہے قالوضلوا عنا آج تو وہ مجھ سے گم ہو گئے غائب ہو گئے نظر نہیں آتے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں یہ بات کہہ کر وہ اقبال جرم بھی کر لیتا ہے وہ شھدوا علی انفسھم انھم کانوا کٰفرین۔ اس کا یہ کہنا کہ جن کو وہ پوجتا تھا وہ آج اس سے غائب ہو گئے یہ اس کا اقبال جرم بن جاتا ہے کہ وہ واقعی غیر اللہ کو پوجتا تھا۔ یہ کہہ کر وہ اپنے کفر اپنے شرک پر خود گواہی دے دیتا ہے اقبال جرم کر لیتا ہے۔

میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ عندالموت تو بدترین کافر کو بھی مشاہدہ ہو جاتا ہے اور اس کے بعد تو بہ قبول نہیں ہوتی کیونکہ ایمان تو ایمان بالغیب ہے۔ فرشتوں کو دیکھ کر جہنم کو دیکھ کر جنت کو دیکھ کر آخرت کے عذاب وثواب کو دیکھ کر کون نہیں مانے گا وہ تو سب مان لیں گے۔ دیکھ کر ماننا تو مقصود نہیں۔ ماننا تو ایمان بالغیب مقصود ہے کہ ساری حقیقتیں ماننے والوں کے علم سے باہر ہیں اُن کے لئے غیب ہیں لیکن وہ نبی کریم ﷺ کے بتانے سے مانتے ہیں اور یہی فرق مومن اور کافر میں ہے یہی ایمان کا تقاضا ہے کہ جو حضور ﷺ نے فرما دیا اس پر یقین محکم ہو اس کے خلاف کوئی چیز نظر بھی آئے تو یقین ہو کہ میری نظر دھوکہ کھا رہی ہے سچ وہ ہے جو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا یعنی ایمان اس یقین واعتماد علی النبی ﷺ کا نام ہے کہ کوئی چیز مجسم ہو کر سامنے آجائے تو آدمی کو یہ یقین حاصل ہو کہ میری نظر غلطی کر رہی ہے سچ وہ ہے جو حضور ﷺ نے ارشاد فرما دیا۔

جب برکات نبوت نصیب ہوتی ہیں تو اُن میں سے ایک انعام الٰہی یہ بھی ہے کہ بندے کو مشاہدات نصیب ہو جاتے ہیں۔ مشاہدات کا ہونا اللہ کا بہت بڑا انعام ہے کہ کافر تو عندالموت ان حقیقتوں کو دیکھتا ہے اور برکات نبوت وفیضان نبوت نصیب ہوں تو زندگی میں ہی وہ حقائق کشفاً دیکھے جا سکتے ہیں۔ اگر کسی کو یہ کشف نصیب ہو تو اس کا اثر کیا ہونا چاہئے ؟ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ جو حسرت کافر کو حشر میں حقائق کو دیکھ کر ہوگی اور کافر ہر چیز سامنے دیکھ کر کہے گا کہ یا اللہ دنیا میں واپس بھیج دے پھر دیکھ ہم کس طرح تیری اطاعت کرتے ہیں تیری عبادت کرتے ہیں اور تیری فرماں برداری میں کتنی محنت کرتے ہیں تو فرمایا جائے گا کہ وہ وقت گزر گیا اور سب کچھ دیکھ کر تم نے مانا تو کیا مانا تو جسے کشف ومشاہدہ نصیب ہو جاتا ہے اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کی عبادات میں زیادہ خشوع اور خضوع پیدا ہو جاتا ہے

مشاہدات کے باعث حقائق اخروی اسکی نگاہوں کے سامنے رہتے ہیں اور وہ فرائض کے علاوہ نوافل پر محنت کرتا ہے معاملات دنیا میں آخرت کو پیش نظر رکھتا ہے۔ ہمارے ایک بزرگ ساتھی تھے اچھے صاحب کشف تھے ضعیف العمر تھے ایک دفعہ میں نے اُن سے پوچھ لیا کہ حضرت آپ کتنے رکعت نفل پڑھ لیتے ہیں فرمانے لگے اب بوڑھا ہوگیا ہوں زیادہ اٹھا بیٹھا نہیں جاتا دن رات میں بس پانچ سو رکعات نوافل پڑھ لیتا ہوں۔

اس مجاہدے کا سبب کیا تھا؟ یہی کہ حقائق اخروی نگاہوں کے سامنے تھے جو انہیں اس محنت پر اکساتے تھے اور انہیں اس میں لطف آتا تھا اللہ کی طرف سے برکتیں، رحمتیں انوارات وتجلیات محسوس ہوتی تھیں اور وہ اُسی میں لگے رہتے تھے۔ مشاہدات میں ایک بات یہ بھی ہے کہ صاحب مشاہدہ کیساتھ شیطان بھی پوری محنت کرتا ہے اور اپنی طرف سے تصویریں بھی دکھاتا ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ جو تصویریں وہ دکھاتا ہے بندہ اُن پر اعتبار کرے وہ یہ تو نہیں بتاتا کہ میں شیطان ہوں اور تمہیں گمراہ کر رہا ہوں بلکہ وہ یہ کہتا ہے کہ یہ بات اللہ کی طرف سے ہے جس طرح ابلیس نے حضرت آدمؑ سے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ یہ پھل ضرور کھالیں اس میں بڑا فائدہ ہے آپ فرشتے بن جائیں گے اور اس طرح ہمیشہ جنت میں رہیں گے وہ اس کی اس بات سے دھوکہ کھا گئے' قرآن حکیم شہادت دیتا ہے وقاسمهما انی لکما لمن النصحین. اس نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ میں تو آپ کا بھلا چاہتا ہوں۔

اُن کے دل اتنے صاف شفاف تھے کہ وہ یہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی جھوٹ پر بھی اللہ کی قسم کھا سکتا ہے اور وہ دھوکے میں آ گئے۔

صاحب کشف کو جب شیطان اپنی طرف سے تصویریں دکھاتا ہے تو ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اُسے پورا یقین دلاتا ہے تو جو بے نصیب ہوتے ہیں وہ اسکی بات پر عمل شروع کر دیتے ہیں۔

سوال اٹھتا ہے کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ کشف میں درست بات کیا ہے اور دھوکہ کہاں ہے یہ فیصلہ کیسے کیا جائے کہ یہ کشف ہے یا دھوکہ جواب یہ ہے کہ دھوکہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اُسے اصطلاح میں استدراج کہتے ہیں اس کا نتیجہ انسان کا نقصان اخروی ہے۔ تو اس کا پتہ ایسے چلتا ہے کہ اگر کشف من جانب اللہ ہے تو اس کے نتیجے میں بندے میں مزید عاجزی آئے گی۔ مزید خلوص پیدا ہوگا اور بُرائی سے مزید نفرت ہوگی دین سے محبت ہوگی نیکی کرنے کو دل چاہے گا غلطی ہو جانے پر اسکی تلخی محسوس ہوگی گناہ کڑوا لگے گا اور آدمی اپنی اصلاح کے لئے مزید مجاہدہ کرے گا۔ مشاہدے سے عظمت الٰہی اس پر ظاہر ہوگی وہ یہ یقین حاصل کرے گا کہ ساری بڑائیاں اللہ کے لئے ہیں وہ خود کچھ بھی نہیں ہے تو کشف اصلاح کے لئے ہوتا ہے۔

استدراج کی نشانی یہ ہے کہ اُسے اپنی بڑائی کا احساس ہونے لگے گا کہ میں بہت بڑی چیز ہوں میں بہت بڑا بزرگ بن گیا ہوں اُسے اپنے مقدس ہونے کا زعم ہو جائے گا پھر بجائے اس کے کہ وہ آخرت کی یا اعمال صالحہ کی یا دین کی پیروی کی بات کرے وہ اس راستے پر چل نکلے گا کہ لوگوں سے کہتا پھرے گا کہ تمہارے لئے اللہ کا یہ حکم ہے کہ تم یہ کاروبار نہ کرو وہ کاروبار کرو تمہاری بیماری فلاں چیز سے ٹھیک

ہوگی یہ بات مجھے حضرت جی نے فرمائی ہے یہ مجھے دندے والے شاہ صاحب نے بتائی ہے یہ مجھے بارگاہ رسالت سے پتہ چلا ہے اور یہ مجھے اللہ نے کہا ہے کہ یہ سب کیا ہوگا یہ اللہ پر اللہ کے رسول ﷺ پر اللہ کے دین پر بزرگان دین پر بہتان ہوگا جس کے بارے قرآن حکیم فرماتا ہے فمن اظلم ممن افتری علی اللّٰہ کذباً اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔

اجتماع کے موقعہ پر یہ بات کرنا پڑی اس موضوع پر میں پہلے بھی کئی بار بات کر چکا ہوں بلکہ میرا خیال ہے کہ میں نے اپنی تقریروں میں جتنا زور اس اصلاح کی طرف دیا ہے اتنا شاید کسی دوسری بات پر نہ دیا ہو اس لئے کہ ذکر کرنے اور صحبت شیخ میں بیٹھنے سے مشاہدات تو ہو جاتے ہیں لیکن اگر دل میں خلوص نہ ہو تو صرف پاس بیٹھنے سے وقتی استعداد مشاہدات پیدا ہو جاتی ہے اس سے آگے اسے شیطان پکڑ لیتا ہے پھر وہ نہ صرف خود گمراہ ہوتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کا سبب بن جاتا ہے۔ ایسے لوگ اپنے کشف سے خود ہی گمراہ ہوتے اور دوسروں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں یہ سارا کام مجھ سے الگ الگ کرتے ہیں۔ مجھے نہیں بتاتے اپنے طور کرتے رہتے ہیں جب اپنے کشف مشاہدے بتاتے بتاتے ایک دوسرے کے پیسے کھا جاتے ہیں تو پھر مجھے دس، بارہ صفحوں کے خط لکھتے ہیں کہ جی اس نے مجھے کشف کر کے بتایا تھا کہ دندے والے شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ کاروبار نہ کرو وہ کرو اس میں میں نے پیسے لگائے اور وہ یہ لیکر کھا گیا اور میرا اتنا نقصان ہوگا۔ اب مجھے خط لکھنے کی کیا ضرورت ہے جب اس نے کشف کر کے بتایا تھا کہ پیسے یہاں لگاؤ اس وقت تم مجھے لکھتے تو میں تمہیں بتاتا کہ کشف اس لئے نہیں ہوتا کہ پیسے کہاں لگانے ہیں یا کہاں نہیں لگانے۔ کشف اصلاح کے لئے ہوتا ہے دنیا کے امور انجام دینے کا طریقہ شریعت میں طے ہو چکا ہے۔ حلال حرام، جائز ناجائز حتیٰ کہ مکروہات و مباحات تک تمام باتیں واضح ہو چکی ہیں۔ دنیاوی کام شریعت کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے شریعت کے مطابق کرنے ہونگے۔ ان پر نتائج کیا مرتب ہونگے یہ اللہ کی مرضی اور بات ختم۔

کسی کے کشف سے کوئی نیا دین ایجاد نہیں ہوگا۔ شریعت کے احکام سیکھنا یا کسی سے شریعت کے احکام سننا کہ کاروبار کرنے کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ یہ بتانا تو دین ہے لیکن شریعت کا نام لیکر اپنی بات بتانا دین نہیں یہ اللہ پر بہتان باندھنا ہے اور یہ سارا کاروبار وہ لوگ کر رہے ہیں جنہیں کشف ہوتا ہی نہیں انہوں نے صرف سن رکھا ہے کہ کشف بھی کوئی چیز ہے جس ساتھی کے بارے یہ خط آیا ہے مجھے یہ پتہ ہے کہ اُسے اپنے گھر کی باتوں کی خبر نہیں ہوتی مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ وہ کچھ اور کرتا ہے اور اسکی بیوی کچھ اور کرتی ہے۔ جس بندے کو اپنے گھر کے حالات کا بھی نہیں پتہ وہ دوسروں کے کاروبار اور انکے حالات کے بارے آگاہی کیسے حاصل کر لیتا ہے یہ کون سا کشف اسے بتاتا ہے اور ایسے شخص کے کشف سن کر ماننے والے بھی مجھے مسلمان نہیں لگتے جو اللہ کے حکم کے مقابلے میں اللہ کے رسول ﷺ کے مقابلے میں شریعت کے مقابلے میں کسی دوسرے کی بات سن کر اُسے حتمی جان لیتے ہیں ایسے لوگوں کا اسلام سے کیا تعلق؟

اسلام تو ارشادات نبوی ﷺ کا نام ہے اسلام تو اعمال نبوی کا نام ہے

اسلام تو اخلاق نبوی ﷺ کا نام ہے۔ جو حضور ﷺ نے سکھا دیا وہ اسلام ہے اور کمال یہ ہے کہ رسول ﷺ نے صرف حلال وحرام نہیں مباحات ومکروہات تک ہر چیز مکمل کر کے دین کی تکمیل کر دی اس پر اللہ نے گواہی دی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت الکم الاسلام دیناً۔ تمہارا دین آج تمہارے لئے مکمل ہوگیا۔ ہر طرح کی نعمتیں جو بندہ رب العالمین سے حاصل کرسکتا ہے وہ ساری اس دین میں مکمل کر دی گئیں اس دین سے باہر کسی طرح کی کوئی نعمت اور کوئی انعام نہیں ہے ہر نعمت ہر راحت ہر برکت ہر انعام اس دین کے اندر سمو دیا گیا ہے یہ ذکر اذکار یہ اجتماعات کی محافل اس لئے ہیں کہ بندے میں مزید خلوص پیدا ہو۔ احکام شریعت ہر جگہ سے مل جاتے ہیں ہر شہر ہر گاؤں ہر محلے میں اللہ کے بے شمار بندے موجود ہیں جو شب وروز احکام شریعت بتاتے رہتے ہیں اُن پر عمل کرنے میں خلوص کیسے پیدا کیا جائے اس کے لئے ذکر ہے اس کے لئے صحبت شیخ اختیار کی جاتی ہے اور اگر اس سے بھی منافقت نصیب ہو تو اس سے بڑی بدنصیبی کیا ہوگی اگر اسے بھی دوسروں کا پیسہ ہڑپ کرنے کا ذریعہ بنالیا جائے تو اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا سو خدا کا خوف کرو۔ خدا کے لئے اس ایک کام کو خالص رہنے دو۔ تف ہے ان لوگوں پر اور اللہ کی لعنت ہے اُن لوگوں پر جو کشف کو لوگوں سے پیسہ بنانے کا ذریعہ بناتے ہیں اور اپنی بڑائی کا ذریعہ بناتے ہیں انہیں تب پتہ چلے گا جب عندالموت یہ محاسبہ ہوگا کہ یہ کام کس لئے تھا اور تم نے اسے کہاں استعمال کیا۔

میں دعا کرسکتا ہوں کہ اللہ سب کو ہدایت دے اور اس ظلم سے بچائے اور جو اس میں مبتلا ہیں انہیں توبہ کی توفیق دے لیکن اگر کوئی باز نہ آئے تو میں منبر پر بیٹھ کر کہہ رہا ہوں کہ اللہ کے نزدیک میں اس سے بری الذمہ ہوں۔

مجھ سے بھی لوگ پوچھتے ہیں' مشورہ لیتے ہیں میں کہتا ہوں یہ شریعت کا حکم ہے اس کے اندر رہتے ہوئے جو بہتر سمجھتے ہو وہ کرلو نتائج اس کے درست قدرت میں ہیں۔ ساتھی رشتوں کے لئے پوچھتے ہیں ہم رشتہ کرلیں میں کہتا ہوں شرعی طریقہ یہ ہے کہ بندے کا دین بھی دیکھو اس کے دنیاوی وسائل بھی دیکھو خود دیکھو خاندان سے مل کر بیٹھ لو پسند آتے ہیں تو اللہ پر بھروسہ کرو نہیں پسند آئے نہ کرو۔ یہ بڑی سیدھی سادہ سی باتیں ہیں لیکن پوچھنے والے کو شاید یہ توقع ہوگی کہ یہ بتائے گا کہ کشف میں یہ آیا ہے تو کشف ان باتوں کے لئے نہیں ہے کشف تو نور نبوت ہے اور مزید ہدایت کے لئے ہوتا ہے یہ توفیق الٰہی ہے کہ عمل میں کردار میں مزید خلوص پیدا ہو اور اللہ کی رضا حاصل ہو۔

جو چیز رضائے الٰہی کا سبب ہے اگر اسے ہی کوئی عذاب الٰہی کا سبب بنا لے تو اس سے بڑا بدنصیب اور کون ہوگا۔ اللہ کریم اس سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائیں اور خلوص عطا فرمائیں۔ آمین

قارئین المرشد متوجہ ہوں!

لاہور میں ماہنامہ المرشد اب مارکیٹ سے بھی دستیاب ہے اور ہاکر سے طلب کیا جاسکتا ہے۔

رابطہ: شفیق نیوز ایجنسی 1- میو ہسپتال روڈ اخبار مارکیٹ لاہور

نوٹ۔ فی الحال یہ سہولت صرف لاہور شہر کیلئے ہے۔

042-7236688=Mob:0300-9477121

تصوف میں اکل حلال کی اہمیت

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 01-08-2007

الحمدللہ رب العلمین o

والصلوۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد وَالہٖ

واصحابہٖ اجمعین o

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیم o

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیم o

یاایھا الرسل کلوا من الطیبت واعملوا صالحاً...... o

المومنون. آیت نمبر ۵۱

مَولایَ صَلِ وَسَلِم دَائِماً ابداً

عَلیٰ حَبِیبِکَ مَنْ زانت بِہٖ العُصُروا

منازل سلوک میں یہ بات بہت عجیب ہے کہ جس طرح آسمان، زمین کو محیط ہے اسی طرح عرش الٰہی آسمانوں کو محیط ہے اسی طرح عالم امر عرش کو محیط ہے مراقبات ہونا اللہ کی بہت بڑی عطا ہے لیکن احدیت تک رسائی بھی عام بات نہیں۔ یہ بات بڑی بات ہے کہ روح میں اتنی قوت آجائے اور کوئی رہبر بھی مل جائے جو اُسکی روح کو کھینچ کر راستے پر چلائے کہ اگر وہ سیدھی نہ جائے یا دائیں بائیں ہو جائے تو پھر اسی فضاء میں گھومتی رہے گی احدیت ایک وسیع مقام ہے اور گردا گرد پر محیط ہے۔ اس راستے پر چلنے کے لئے دو باتیں ضروری ہیں ایک رزق حلال دوسرے اعمال صالحہ یعنی اعمال میں اتباع شریعت جیسا کہ قرآن حکیم میں آتا ہے کلو من الطیبت واعملوا صالحاً۔ پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو۔ پہلی شرط پاکیزہ کی ہے ظاہر ہے ایک چیز حلال ہی نہ ہو تو وہ پاکیزہ نہیں ہو سکتی سو بنیادی بات ہے کہ رزق حلال ہو پھر اُسے ناپاکی سے بھی بچایا جائے۔ اکل حلال اور طیب اور اعمال صالحہ ان دو الفاظ میں انسانی زندگی کے تمام کاموں کو سمو دیا گیا ہے زندگی بھر کے سارے اعمال اس میں آجاتے ہیں۔ حصول رزق کے تمام ذرائع محنت مزدوری کام کاج لین دین اور دیگر معاملات دنیا سب اس میں شامل ہیں جب ان معاملات میں خرابی ہو بے قاعدگی ہو کہ الم غلم جہاں سے مل گیا کھالیا جس کا مال مل گیا اڑا لیا تو نتیجہ رزق کی خرابی کی صورت میں نکلتا ہے رزق کی خرابی سے اعمال صالح نہیں رہتے۔ یہ دو الفاظ اتنے جامع ہیں کہ زندگی کے سارے معمولات اس میں آجاتے ہیں اور روحانی ترقی کی بنیاد بھی یہی اعمال ہیں۔

زمانہ طالب علمی کی بات ہے کہ چار پانچ ساتھی ہوا کرتے تھے ان میں وہاں کے مقامی دو تین ساتھی تھے جن کے معاملات دنیوی میں جھگڑے، مقدمے اور عدالت کی پیشیاں چلتی رہتی تھیں۔ ایک شام انہوں نے حضرتؒ کے ساتھ ملکر ذکر کیا ذکر کے بعد فارغ ہوئے تو حضرتؒ فرمانے لگے بے پناہ نحوست تھی پتہ نہیں کہاں سے آگئی بڑی تکلیف ہوئی اور ذکر میں بے مزہ ہوئے خیر بات آئی گئی ہوگئی ذکر چونکہ مغرب کے بعد ہوتا تھا اور عشاء پر ختم ہوا حضرتؒ کا معمول تھا کہ عشاء پڑھاتے اور اندر تشریف لے جاتے تھے۔ ان کے جانے کے بعد وہ ساتھی بتانے لگے کہ عدالت میں آج پیشی تھی ہم میانوالی

گئے ہوئے تھے۔ دن کو کھانا ہوٹلوں سے کھایا' بسوں میں سفر کیا' لوگوں سے گپ شپ لگائی' اب جب حضرتؒ نے فرمایا کہ پتہ نہیں نحوست کہاں سے آگئی تو ہم سوچ رہے تھے کہ کہیں پکڑے نہ جائیں۔ معاملات دنیا میں کھانے پینے اور لوگوں سے ملنے جلنے سے اتنا اثر آتا ہے۔ جیسا کہ حضرتؒ نے محسوس کیا حالانکہ انہیں تو نہیں پتہ تھا کہ وہ لوگ کہاں تھے اور کہاں سے آئے تھے لیکن ان جگہوں اور ان معاملات کے اثرات حضرتؒ نے محسوس کئے اور شکوہ بھی کیا کہ یہ نحوست کہاں سے آگئی۔

اللہ کریم نے یہ دو حکم نبیؐ کو خطاب کر کے ارشاد فرمائے ہیں کہ پاکیزہ کھاؤ اور نیک اعمال کرو۔ کسی بھی حکم کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے انبیاء ورسل کو خطاب کیا جاتا ہے ورنہ انبیاء ورسل تو ہمیشہ معصوم ہوتے ہیں اور ہمیشہ ہی اطاعت الٰہی کرتے ہیں تو جو حکم نبی کو دیا جاتا ہے اس سے حکم کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ جب اللہ نے اپنے نبی ورسول کو حکم دے دیا ہے تو دوسرا کون ہے جس کو اس سے استثناء ہے۔

اعمال صالح کی بنیاد ہی ایمان پر ہے عقیدے پر ہے۔ عقیدہ ایک یقین ہے عظمت الٰہی پر توحید باری پر رسالت نبوی ﷺ پر یہ یقین کتنا محکم ہے، مستحکم ہے، دل میں کتنی گہرائی میں پیوست ہے اسی کو ایمان کہتے ہیں۔ ایمان ہی عمل کا سبب بنتا ہے عمل میں صلاحیت آتی ہی اتباع نبوی ﷺ سے ہے۔

انسانی کردار کو دیکھا جائے تو بندہ جو عمل بھی کرتا ہے اس کے پاس اس کا جواز ہوتا ہے اس کے اپنے اندر ایک جج بیٹھا فیصلے کرتا رہتا ہے کہ یہی ٹھیک ہے اور اُسے یہی کرنا ہے بہت سے لوگ اس کے عمل کی مخالفت کرتے رہتے ہیں لیکن وہ وہی کرتا ہے جسکے بارے اس نے فیصلہ کر رکھا ہو' تو کیا ہر آدمی کی رائے کو معیار بنالیا جائے تو اعمال کے صالحہ ہونے کا معیار کیا ہوگا؟ صلاحیت کا معیار ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات کریم۔ آپ ﷺ نے جو کام کیا جس کے کرنے کا حکم دیا جس چیز کو پسند فرمایا وہ عمل صالح ہے جس سے آپ ﷺ نے روک دیا جس کام کو ناپسند فرمایا وہ غیر صالح ہے۔ عنداللہ صلاحیت کا معیار آپ ﷺ کی ذات سے میری اور آپ کی پسند نہیں حکمرانوں کی یا عوام کی پسند نہیں کسی بڑے یا چھوٹے کی پسند نہیں۔ اس طرح سے دن بھر کے معاملات کے بعد حاصل ہونے والا رزق حلال ہو اور پھر اُسے استعمال کرنے کا وہ طریقہ اختیار کیا جائے جو ناپاک نہ ہو تو تب اعمال صالحہ کی توفیق حاصل ہوتی ہے۔

تصوف میں ان دو باتوں کی ضرورت سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے کہ ذکر اللہ سے وجود کے ذرے ذرے تک اللہ کے نام کی نورانیت پہنچتی ہے اگر غذا حلال بھی ہو لیکن ناپاک ہو تو یہ متاثر ہوتی ہے۔

حضرتؒ کا واقعہ ہے لنگر مخدوم جاتے ہوئے ایک مرتبہ راستے میں ہی مغرب کی اذان ہوگئی وہ زمانہ آج کل جیسی ٹرانسپورٹ کا نہیں تھا اس لئے کئی میل پیدل سفر بھی کرنا پڑتا تھا فرماتے ہیں کہ نماز مغرب کے لئے مسجد گیا' نماز سے فارغ ہوا تو دیہات کے رواج کے مطابق نمازیوں نے پوچھا آپ مسافر ہیں؟ آپ کو کہاں جانا ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ انہیں لنگر مخدوم جانا ہے ان لوگوں نے کہا اندھیرا ہو چکا ہے بہتر ہے آپ رات یہیں بسر کرلیں صبح سحری کے بعد چلے جایئے گا ہم آپ کے لئے کھانا بھجواتے ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ پھر کھانا مجھے کسی بے نمازی کے ہاتھ کا پکا ہوا نہ بھجوایئے گا کہ میں تارک صلوٰۃ کے ہاتھ کا پکا ہوا نہیں کھا سکتا۔ اس پر وہ ایک عجیب صورت حال سے دوچار ہوگئے پورے گاؤں میں پتہ کروالیا ایک عورت بھی ایسی نہ تھی جو نمازی ہو پھر اُن لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ دودھ لے آتے ہیں اس میں تو کوئی ہاتھ نہیں ڈالتا سو اس رات صرف دودھ پی کر ہی سونا ہوا۔

ان دو شرائط میں مسلمانوں کے معاشرے کی تصویر کھینچ کر رکھ دی گئی ہے کہ ان کے حصول رزق کے ذرائع کیا ہوتے ہیں ان کی بود و باش کا طریقہ کیا ہوتا ہے انکی خواتین کس طرح سے زندگی بسر کرتی ہیں تو یوں پوری زندگی کا نقشہ سامنے آ جاتا ہے اب ان تمام معاملات کی اصلاح ہوگی تو اذکار کا فائدہ بھی ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی ہندو یا غیر مسلم کو طریقہ ذکر سکھا دو اور وہ اس طریقے سے ذکر کرے اللہ کا نام لے تو اس پر بھی اللہ کے نام کا نور اور روشنی اس کے نام کے انوارات دیکھے جا سکتے ہیں لیکن جیسے ہی وہ ذکر بند کردے گا تو وہ انوارات ختم ہو جائیں گے جس وجود میں نور ایمان نہیں وہ وجود ان انوارات کا ٹھکانہ نہیں بن سکتا اسی طرح جب رزق حلال نہیں ہوگا تو ایسا وجود انوارات کا مسکن نہیں بنے گا۔ عمل کی اصلاح نہ ہو رزق حلال نہ ہو تو ذکر اذکار کی محنت ایک مشقت بن کر رہ جاتی ہے ذکر میں انوارات پیدا ہونا اللہ کی شان ہے وجود کو انوارات کا مسکن بننا چاہیے نس نس میں انوارات بس جائیں ذکر الٰہی کی نورانیت وجود کے ذرے ذرے میں اپنا گھر بنا لے اس کے لئے اس ذرہ وجود کا حلال اور پاک رزق سے نشو و نما پانا ضروری ہے اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو بدن حرام سے پرورش پاتا ہے وہ گوشت پوست جہنم میں جل کر ختم ہو جائے گا پھر اللہ کریم جنت جانے کے لئے نیا گوشت پوست عطا فرمائیں گے۔ آپ ﷺ نے لفظ ''سحت'' استعمال فرمایا ہے لغوی طور پر تو یہ حرام کی ایک قسم کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن حدیث مبارک میں ہر طرح کے حرام کو اس میں شامل فرمایا گیا ہے۔ لغوی طور پر اس لفظ کا معنی ہے کہ آدمی جس کام کی اجرت یا تنخواہ لے رہا ہے وہی کام کرنے کے پیسے کسی اور سے بھی لے جیسے ہمارے ہاں دفاتر میں لوگ رشوت لیکر کام کرتے ہیں جبکہ اسی کام کے کرنے کی وہ محکمے سے تنخواہ لیتے ہیں۔ اس ناجائز آمدنی کو لوگوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر لیے گئے پیسوں کو ''سحت'' کہتے ہیں۔ ارشاد نبویؐ میں یہ ہر طرح کے حرام کو محیط ہے پھر فرمایا بدن کا وہ حصہ جو ناجائز آمدنی سے بنے گا اس کا مقام جہنم کی آگ ہی ہے۔

رزق حرام کھانا بھاری جرم ہے اور کفر و شرک بہت ہی بڑا جرم ہے ان الشرک لظلم عظیم۔ لیکن شرک بھی طاری ہوتا ہے ساری نہیں ہوتا۔ طاری ہونے کا معنی یہ ہے کہ یہ وجود پر چھا جاتا ہے جب بھی اللہ کی توفیق سے وہ کلمہ شہادت پڑھ لے دل سے تصدیق کردے تو سارا شرک ختم ہو جاتا ہے لیکن رزق حرام ناپاک کھانا یہ طاری نہیں ہوتا یہ ساری ہوتا ہے یعنی وجود کا حصہ بن جاتا ہے خون میں شامل ہو کر گوشت پوست اور ہڈیوں کا حصہ بن جاتا ہے ایسا وجود لیکر جو میدان حشر پہنچا اور اس کی نجات بھی ہوگئی تو بھی ارشاد پاک کے مطابق اُسے جہنم میں رہ کر جلنا ہوگا تاکہ رزق حرام سے پرورش کیا گیا جسم ختم ہو جائے پھر اللہ کریم جنت جانے کے لئے نیا جسم دیں گے۔

اسی طرح ایک حدیث پاک میں ملتا ہے کہ ایک شخص دور دراز کا سفر کر کے بیت اللہ شریف پہنچے گا اس پر سفر کی گرد پڑی ہوگی تکلیف اٹھا کر وہاں پہنچے گا اور بڑے درد سے پکارے گا لبیک اللھم لبیک لیکن اس کی پکار سنی نہیں جائے گی اسی کی وجہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمائی کہ اس کا رزق حلال نہیں ہوتا اسکے سفر کے وسائل اور اخراجات جائز نہیں ہوتے اسکی غذا حلال نہیں ہوتی تو آدمی کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان دو باتوں کا خیال رکھے اور پھر یہ نہ سمجھے کہ میں اللہ اللہ کرتا ہوں میں بہت پارسا ہو گیا ہوں بلکہ اُسے یہ سمجھ آ جائے کہ پارسائی ضروری ہے اللہ اللہ کرنے کے لئے اللہ کے قرب میں جانے کے لئے۔ پارسائی ہے کیا؟ پارسائی نام ہے اتباع رسالت کا نبی کریم ﷺ کے اتباع کا۔ شریعت پر عمل کرنے کا شریعت پر عمل ہے

اپنے جائز حقوق حاصل کرنا اور دوسروں کے حقوق ادا کرنا اور یوں معاشرے میں امن وسکون اور آبرو کو بحال کرنا اس کے لئے بندہ اپنے حقوق معاف بھی کر سکتا ہے اللہ نے اسے اختیار دیا ہے لیکن دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی پوری کوشش کرے۔

بنیادی طور پر یہ ہر صوفی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر کام میں اتباع شریعت کے لئے پوری کوشش کرے اس کے بعد جب اُسے ذکر نصیب ہوتا ہے توجہ نصیب ہوتی ہے تو روح میں قوت پرواز پیدا ہو جاتی ہے پھر روح اگر مقام احدیت پر پہنچ بھی گئی تو وہ کسی رہبر کی محتاج ہوتی ہے جو اُسے راستہ دکھائے کہ اس دائرے کو عبور کرنے کا راستہ یوں ہے یعنی اُسے کوئی سیدھا لے جانے والا ہو جو صرف رہنما نہ ہو رہبر ہو۔ رہنمائی کا مطلب ہے یہاں کھڑے ہو کر منزل پر جانے والے راستے کی نشاندہی کر دی جائے اور رہبری کا مطلب ہے کہ کسی کا ہاتھ پکڑ کر ساتھ چلا کر منزل تک پہنچایا جائے تو راہ سلوک کے مسافر کو ہمیشہ رہبری کی محتاج رہتی ہے اسے کسی ایسے رہبر کی ایسے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اُسے لیکر سیدھا چلتا جائے ورنہ چلتے چلتے ذرا رخ تبدیل ہوا تو پھر وہ مقام احدیت کے اس وسیع دائرے کے اندر چلتا رہے گا اسکی وسعتوں میں گم ہو جائے گا تو ایسا شیخ چاہیے جو اس راستے سے واقف بھی ہو اور جو اس کو اپنے ساتھ اس راستے سے آگے بھی لے جائے یہی حال معیت' اقربیت اور اس کے بعد تمام دوائر کا ہے۔ مجذوب ہو جانے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ایک آدمی احدیت تک پہنچا حلال اور پاک رزق کھاتا رہا مجاہدہ بھی کرتا رہا انوارات کی حدت بڑھتی رہی لیکن روح احدیت کے دائرے سے آگے نہیں نکلی اُسے آگے چلانے والا کوئی رہبر نہ ملا تو اس ایک مقام پر مستقل قیام کے باعث جذب وارد ہو سکتا ہے اور جسمانی طور پر قویٰ مغلوب ہو جاتے ہیں اور بندہ شعور کھو بیٹھتا ہے۔ حضرت منصورؒ حلاجؒ کے بارے فرماتے تھے کہ یہ مراقبہ فناء میں تھا اور اُسے ایسا کوئی شخص نہ ملا جو اس سے آگے لے جاتا اور چونکہ فنا بقاء کے دائرے میں بقاء باللہ میں ہر چیز ہر ذرے میں تجلیات باری نظر آتی ہیں ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔ کہ ہر چیز اسکے قائم رکھنے سے قائم ہے ہر چیز کو اس نے قائم رکھا ہوا ہے تو وہ اسی دائرے میں کھو گئے انہیں آگے لے جانے والا کوئی نہ ملا اور ہر ذرے میں اللہ کی تجلیات کو دیکھ کر انہوں نے انا الحق کا نعرہ لگایا حضرتؒ فرماتے تھے اُسے اللہ کا کوئی بندہ ملتا جو اُسے بقاء باللہ سے سالک المجذوبی کے راستے پر ڈال دیتا تو وہ یہ نعرہ نہ لگاتا اسی میں وہ مجذوب ہو گئے تو مجازیب اسی راستے کے مسافر ہوتے ہیں محتاط، محنتی اور مجاہدہ کرنے والے لوگ ہوتے ہیں ایک جگہ مستقل قیام کے باعث ان پر جذب وارد ہو جاتا ہے اس کے بعد وہ روحانی طور پر اسی مقام پر جاتے ہیں اس میں ترقی نہیں ہوتی۔ ترقی ہوتی تو مجذوب کیوں ہوتے انہیں شعور نہیں رہتا وہ مرفوع القلم ہو جاتے ہیں جیسے کسی بیماری کے سبب حواس جواب دیں جائیں تو انسان کے اعمال لکھے نہیں جاتے اسی طرح جنکے حواس جذب کے باعث جواب دے جائیں انکے اعمال بھی نہیں لکھے جاتے انہیں مرفوع القلم کہتے ہیں کہ اب ان کے اعمال پر سے قلم اٹھا لی گئی انکی نہ کوئی نیکی شمار ہوتی ہے نہ بُرائی انکے بارے حکم یہی ہے کہ انہیں اللہ کے سپرد کر دیں نہ انہیں اچھا کہیں نہ بُرا لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ہر پاگل مجذوب نہیں ہوتا مجذوب اللہ کے قرب کی تلاش میں راہ سلوک کے مسافر ہوتے ہیں اور جو لوگ کسی مرض کی وجہ سے پاگل ہو جائیں یا پیدائشی پاگل ہوں وہ مجذوب نہیں ہوتے یہ دونوں صورتیں بہت کم ہوتی ہیں۔ البتہ یہ بات مسلم ہے کہ مجذوب ہونا کمال نہیں ہے بلکہ عدم کمال کی دلیل ہے ہاں ان لوگوں پر جو برکات وکیفیات کے حامل ہوتے ہیں ان بڑی بڑی ہستیوں پر بھی کبھی ایک لمحہ جذب

کا وارد ہو جاتا ہے صرف نبی علیہ السلام ایک ایسی ہستی ہوتی ہے جس پر کبھی جذب نہیں ہوتا کیونکہ اس لمحے حواس قائم نہیں رہتے۔ اگر نبی پر جذب آجائے تو پوری امت کو گمراہ ہونے کا خطرہ ہوتا ہے کہ جذب میں وہ نہ جانے کیا فرمادے لہٰذا نبیؐ اس سے مبرا ہوتے ہیں۔ غیر انبیاء میں امت مرحومہ میں ایک ہستی ہیں ابوبکر صدیقؓ جن پر کبھی جذب وارد نہیں ہوا اور نہ سیدنا فاروق اعظمؓ جیسے عظیم انسان پر بھی چند لمحوں کیلئے جذب وارد ہوا جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا اور اطلاع ہوئی تو حضرت عمرؓ نے تلوار کھینچ لی کہ جس نے کہا کہ حضور ﷺ کا وصال ہوگیا میں اس کی گردن اڑادوں گا تو سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل. افائن مات او قتل انقلبتم على اعقابكم. ومن ینقلب على عقبه فلن یضر الله شيئاً o وسیجزی الله الشکرین O آل عمران ۱۴۴

حضرت محمد ﷺ دنیا سے پردہ فرما چکے ہیں اور اللہ نے اسکی اطلاع پہلے دے دی تھی اور یہ فطرت کا طریقہ ہے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ خود فرمایا کرتے تھے کہ جب میں نے یہ آیت ابوبکر صدیقؓ سے سنی تو میں ایسے سمجھ رہا تھا گویا یہ ابھی ابھی مجھے کسی نے بتائی ہے گویا اس سے پہلے مجھے اس کا علم ہی نہیں تھا تو چند لمحے کی جذب کی کیفیت حضرت عمر فاروقؓ پر بھی آئی۔ وصال نبوی ﷺ کا صدمہ ہی ایسا جانکاہ تھا۔ وقتی طور پر چند لمحے کا جذب کسی بھی کامل پر آسکتا ہے یہ انکے عدم کمال کی دلیل نہیں لیکن مستقل طور پر مجذوب ہو جانا بہت بڑی کمزوری ہے۔

تصوف پر جہاں اور بہت سے ناروا اعتراضات کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ صوفی عملی زندگی سے الگ ہو جاتے ہیں خود کام نہیں کرتے دوسروں سے کام چھڑوا دیتے ہیں۔ یہ نہایت غلط تصور ہے۔ صوفی، غیر صوفی سے زیادہ باعمل، باکردار مسلمان ہوتا ہے وہ زندگی کو ضائع نہیں کرتا بلکہ زندگی کے ایک ایک لمحے کو تعمیر پہ صرف کرتا ہے اور ذکر کی برکت سے عام آدمی کی نسبت زیادہ کام کرتا ہے اُسے دنیاوی امور کا شعور بھی غیر صوفی سے زیادہ ہوتا ہے تو یہ اس راستے کی ضرورت ہے کہ زندگی کے ایک ایک لمحے کو شمار کر کے استعمال کیا جائے اسے ضائع نہ کیا جائے یہ وقت اتنا فالتو نہیں ہے کہ اسے محض گزارا جائے زندگی بس بسر کی جائے یہ اتنا بے قیمت نہیں ہے کہ اس سے جان چھڑائی جائے یہ اتنا قیمتی ہے کہ جب موت آجاتی ہے تو ایک لمحہ زندگی کا خریدا نہیں جاسکتا۔ یہ نایاب چیز ہے یہ دوبارہ نہیں ملتی اگلے لمحے کا پتہ نہیں ہمارے ہاتھ میں ہوگا یا نہیں۔ صحت ہوگی، ہوش وحواس ہونگے بصارت ہوگی یا نہیں تو جو لمحہ ہاتھ میں ہے لمحہ حال جو ہے اُسے اس طرح خرچ کیا جائے کہ اس پر رضائے باری مرتب ہو۔

اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور ٹوٹی پھوٹی نیکیوں کو قبول فرمائے ایمان پر زندہ رکھے ایمان پر موت دے اور ایمان داروں کے ساتھ حشر فرمائے۔ آمین

☆☆☆

دعائے مغفرت

ضلع نوشکی (بلوچستان) کے ساتھی شاہ نذر قضائے الٰہی سے فوت ہو گئے ہیں۔

صوبیدار (ر) محمد اشرف باغ آزاد کشمیر حال سکونت راولپنڈی وفات پا گئے۔

امیر تنظیم الاخوان ضلع گجرات محمد اکرم کے جواں سال بیٹے عرفان اکرم وفات پا گئے ہیں۔

فاروق عبداللہ ضلع ننکانہ کی والدہ ماجدہ وفات پاگئیں ہیں۔

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 13-07-2007

الحمدللہ رب العٰلمین ہ

والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد وٓالہٖ

واصحابہٖ اجمعین ہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

واذ غدوت من اھلک تبوی المومنین مقاعد للقتال.

واللہ سمیع علیم. ہ

اذھمت طائفتٰن منکم ان تفشلا واللہ ویھما وعلی اللہ

فلیتوکل المومنون ہ ۱۲۲

مَولایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیبِکَ مَنْ زَانَتْ بِہِ الْعُصُرُوا

پچھلی آیات میں کفار کیساتھ تعلقات کی نوعیت، انکی حدود اور کفار کے دل میں اسلام کے خلاف دائمی بغض اور عداوت اور منافقین کی زبانی حمایت اور عملی مخالفت کا ذکر چل رہا تھا اور اللہ کریم کے اس وعدے کا ذکر تھا وان تصبروا وتتقوا لایضر کم کیدھم شیاءً . اگر آپ صبر سے کام لیں گے اور تقویٰ اختیار کریں گے تو یہ مومنین کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔

اس کے بعد ان آیات میں ایک بہت عظیم واقعہ کا ذکر فرمایا جو ان دونوں باتوں کا ثبوت ہے یعنی کفار و منافقین کی عداوت کا اور مومنین کی ثابت قدمی اور اُن پر اللہ کی رحمت کا۔ ان دونوں باتوں کے ثبوت میں فرما رہے تھے اللہ کریم سب سن رہے تھے سب جان رہے تھے۔

واذ غدوت من اھلک میں اہل بیت کے بارے مفسرین نے بحث فرمائی ہے کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہراتؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ اہل بیت میں اول اول ہیں جیسا کہ آیت میں ذکر آ رہا ہے کہ جب آپ ﷺ اپنے گھر والوں سے نکل کر باہر تشریف لائے۔ حضور ﷺ جس حجرہ مبارک سے زرہ پہن کر باہر تشریف لائے وہ حجرہ حضرت عائشہ صدیقہ کا تھا اور اہلک کا مطلب ہے گھر والے یعنی اہل بیت تو اہل بیت رسول اللہ ﷺ میں اولیت ازواج مطہرات کو حاصل ہے بالخصوص حضرت عائشہ الصدیقہؓ کو جنکے حجرہ مبارک سے حضور ﷺ جلوہ افروز ہوئے۔

یہ ایک طویل بحث ہے جس میں بعض حدیثیں وضع کی گئیں کچھ کے راوی مجہول ہیں جن سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ صرف حضرت علیؓ حضرت فاطمہ اور حسنین کریمینؓ ہی اہل بیت رسولؐ ہیں باقی گھر والے اہل بیت نہیں ہیں لیکن بخاری شریف اور صحاح ستہ میں موجود ہے کہ یہ آیت اس بات پر نص ہے کہ عائشہ صدیقہؓ آپ ﷺ کی اہل ہیں۔

اہل بیت سے مراد وہ افراد ہوتے ہیں جو صاحب خانہ کی کفالت میں ہوں یعنی بیوی بچے یا وہ افراد خانہ جن کا نان ونفقہ اسکے ذمے ہو تو حضرت علیؓ اپنے بیوی بچوں کے کفیل خود تھے اپنے اہل وعیال کی ذمہ

داری انکی اپنی تھی لہٰذا یہ آیت مبارکہ جب نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ اور حسنین کریمینؓ کو طلب فرمایا اور اپنی چادر مبارک میں لیکر آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ یہ بھی میرے اہل بیت ہیں میرے ان بچوں کو بھی میرے اہل بیت میں شامل فرما تو حضور ﷺ نے اپنی دعا سے انہیں اس سعادت میں شریک فرمالیا لہٰذا بلا شبہ حضرت علیؓ بھی اہل بیت میں سے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف وہی اہل بیت ہیں اور ازواج مطہراتؓ اس میں شامل نہیں۔ ازواج مطہراتؓ بدرجہ اولیٰ اہل بیت ہیں اور حضرت علیؓ بی بی فاطمہ حسنین کریمینؓ حضور ﷺ کی دعا کی وجہ سے اہل بیت ہیں اور اُسی طرح اُن برکات کے حامل ہیں۔

حضرت علیؓ حضور ﷺ کو بہت پیارے تھے نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنی آغوش مبارک میں پالا تھا۔ سیرت میں بہت سی روایات ملتی ہیں کہ حضور ﷺ اپنے دادا کے وصال کے بعد حضرت ابو طالب کی کفالت میں چلے گئے۔ سیرۃ نبویؐ پر ایک مصری محقق کی کتاب ہے جس کا نام ہے محمد رسول اللہ ﷺ یہ اصل کتاب عربی میں ہے اس کا اُردو ترجمہ بھی چھپ چکا ہے اس میں موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے دادا کے وصال کے بعد حضرت ابو طالب کی کفالت میں آگئے حضرت ابو طالب کی ایک ٹانگ میں کمزوری تھی اور وہ سفر کرنے سے معذور تھے، عربوں کی معیشت کا مدار تو ان کے اسفار پر تھا اس لئے اس معذوری کے باعث وہ معاشی طور پر کمزور تھے اس وقت حضور ﷺ اپنے بچپن ہی سے اُجرت پر بکریاں چرایا کرتے تھے جو اجرت ہوتی وہ حضرت ابوطالب کو دیتے اس طرح حضرت ابوطالبؓ کے کنبے کی معاشی مدد ہوتی یعنی حضرت ابو طالب حضور ﷺ کی کفالت نہیں کرتے تھے بلکہ آپ ﷺ خاندان کو چلانے کے لئے انکی مدد فرمایا کرتے تھے۔ اسی حال میں حضور ﷺ جوان ہو گئے اور آپ کا نکاح حضرت خدیجہؓ سے قرار پایا اس وقت حضرت علیؓ ننھے بچے تھے تو آپ ﷺ نے حضرت ابو طالب سے فرمایا کہ خاندان کی کفالت آپ کے لئے بہت مشکل ہے آپ یہ بچہ مجھے دے دیں میں اسکی کفالت کروں گا تا کہ آپ کا کچھ بوجھ تو کم ہو چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کو آپ ﷺ اپنے ساتھ ہی لے گئے اپنے ساتھ ہی رکھا آپ ہی انکیؓ پرورش کی۔ نزول وحی کے وقت حضرت علیؓ کی عمر صرف اتنی تھی کہ آپ صرف ایک کرتہ پہنے کمسن بچے تھے۔ اللہ کریم نے جب حضور ﷺ کو حکم فرمایا کہ اپنے خاندان اور قرابت داروں کو اللہ کے غضب سے ڈرایئے اُن سے بات کیجئے تو آپ ﷺ نے اپنے سارے خاندان والوں کو جمع کیا انکے سامنے یہ بات رکھی کہ میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں مجھ پر وحی آئی ہے تم میرے قرابت دار ہو میں چاہتا ہوں کہ تم ایمان سے بہرہ ور ہو جاؤ اسلام قبول کرنے والے اولین خوش نصیبوں میں شامل ہو جاؤ میرے معاون بنو یہ دعوت ارشاد فرما کر حضور ﷺ نے سوال کیا تم میں سے کون میرا ساتھ دے گا تو سیرت نگار لکھتے ہیں کہ صرف ایک آواز اس مجلس سے آئی اور وہ حضرت علیؓ کی تھی کہ میں آپ کے ساتھ ہوں جس پر باقی سارے اہل خاندان قہقہے لگا کر ہنسے، مذاق اڑایا اور بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اس وقت حضرت علیؓ کی عمر اتنی تھی کہ آپ کمسن بچے تھے اور صحت ایسی تھی کہ بازو اور ٹانگیں پتلی اور پیٹ بڑا تھا اتنے چھوٹے تھے کہ ایک کرتہ پہن رکھا تھا تب سے حضور ﷺ کے پاس رہے پھر آپ ﷺ نے اپنی لخت جگر کا رشتہ بھی دیا اور حضرت علیؓ کے پاس اپنا گھر نہیں تھا تو آپ ﷺ نے اپنے حجرات مبارکہ میں سے ایک حجرہ بھی حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو عطا کیا جو اس حجرہ مبارکہ سے متصل تھا جو حضرت عائشہ کا تھا جب روضہ اطہر کو جالی لگائی گئی تو یہ حجرہ مبارک بھی اس جالی کے اندر آ گیا۔ ستر کی دہائی کے ابتدائی سالوں

میں جب وہاں حاضری ہوئی تو اس حجرہ مبارک میں ایک صندوق اور گھر کی کچھ اشیاء لباس یا برتن تھے جو صندوق میں بند تھے اور جالی سے صاف نظر آتے تھے پھر بعد میں بڑی دفعہ حاضری ہوئی لیکن وہ چیزیں نظر نہیں آئیں لیکن ایک دفعہ ضرور ہم نے انکی زیارت کی تھی۔

حضرت علیؓ کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کا حجرہ حضور ﷺ کے حجرے کے متصل تھا جب آپؓ حجرہ مبارک سے نکلتے تو قدم مبارک مسجد نبویؐ میں پڑتا تھا کسی بھی وقت کسی ضرورت سے گھر سے نکلنا پڑ جاتا تھا اور آدمی پر غسل واجب ہو تو جب تک وہ غسل نہ کرلے مسجد میں داخل ہونا حرام ہے تو خصوصی طور پر یہ اجازت حضرت علیؓ کو دی تھی کہ وہ اس حال میں ہوں اور جلدی ہو تو گزر سکتے ہیں یہ اللہ کا خاص کرم ہے اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی باتیں ہیں۔

اس طرح کے واقعات اور بھی ملتے ہیں مثلاً ایک صحابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی میں نے روزے کی حالت میں بیوی سے صحبت کرلی اب میں اس پر پشیمان ہوں آپ ﷺ نے فرمایا پھر ساٹھ روزے رکھو یہ کفارہ ہے انہوں نے عرض کی حضور ﷺ تیس روزے جو فرض تھے وہ تو پورے کر نہیں سکا اُن میں سے بھی ایک توڑ بیٹھا ایسا کم ہمت ہوں ساٹھ کہاں سے رکھ سکوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ کچھ دیر خاموش رہے پھر عرض کی گھر میں تو کچھ ہے نہیں اپنے کھانے کو ملتا نہیں ساٹھ بندوں کو کہاں سے کھلاؤں گا آپ ﷺ نے فرمایا پھر یہیں بیٹھ جاؤ اتنے میں ایک شخص کھجوروں کا ٹوکرا لے کر حاضر خدمت ہوا اور آپ ﷺ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا آپ ﷺ نے اُن صحابیؓ سے فرمایا کفارے کے طور پر یہ کھجوریں مسکینوں میں بانٹ دو تمہارا کفارہ ادا ہو جائے گا عرض کی حضور ﷺ مجھے تو سارے شہر میں اپنے بچوں سے زیادہ غریب نظر نہیں آتا حضور ﷺ مسکرائے اور فرمایا اپنے بچوں کو کھلا دو تمہارا کفارہ ادا ہو جائے گا اب یہ تو کرم کے فیصلے ہیں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی باتیں ہیں اس سے ہر کوئی یہ سمجھے کہ بازار سے ٹوکرا لاکر بچوں کو کھلا دوں میرا بھی یونہی کفارہ ادا ہو جائے گا تو نہیں ہوگا یہ انہی صحابیؓ کو رعایت دی گئی یہ انہی کا حصہ تھی۔

اسی طرح کی خصوصی رعایت حضرت علیؓ کو عطا کی گئی یہ انکی خصوصیت ہے اور حضور ﷺ کی حضرت علیؓ سے خصوصی محبت ہے حضور ﷺ کو حضرت علیؓ سے بہت محبت تھی اور اپنی بیٹیؓ سے بھی بہت پیار تھا۔ جب حضور ﷺ کا وقت وصال آیا تو نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی آغوش مبارک میں آرام فرما تھے انکے سینہ اطہر کے ساتھ آپ ﷺ کا سر مبارک تھا کہ گلی کے باہر سے کسی نے اجازت طلب کی کہ کیا میں اندر حاضر ہو سکتا ہوں۔ حضرت فاطمہؓ بھی تشریف رکھتی تھیں انہوں نے ناراضگی کیساتھ فرمایا یہ کون ہے جو یہ نہیں دیکھ رہا کہ آپ ﷺ کی طبیعت ناساز ہے اور اس حال میں باہر سے پکار رہا ہے اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ ملک الموت ہے یہ تیرے والد کا دروازہ ہے جہاں اجازت طلب کر رہا ہے ورنہ یہ اجازت نہیں لیا کرتا حضرت فاطمہؓ بہت آزردہ ہو گئیں آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو قریب کر کے اُن کے کان میں کچھ ارشاد فرمایا تو وہ ہنس پڑیں وصال نبویؐ کے بعد کسی نے انکے اس وقت ہنسنے کا سبب دریافت کیا تو انہوںؓ نے فرمایا حضور ﷺ نے میرے کان میں فرمایا تھا میرے خاندان میں سے سب سے پہلے تم میرے پاس برزخ میں آؤ گی جس سے مجھے خوشی ہوئی...... **مقاعد للقتال** ...... یہ واقعہ بیان ہو رہا ہے غزوہ احد کا جو تین ہجری میں وقوع پذیر ہوا دو ہجری میں بدر میں اہل مکہ کو شکست فاش ہوئی ستر قید ہوئے ستر چوٹی کے کافر مارے گئے جنکو قلیب بدر میں دفن کیا گیا اس شکست کے بعد یہود مدینہ نے

اہل مکہ کو مسلمانوں کے خلاف اکسایا۔ حضور ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے قبل مدینہ منورہ کی مختلف بستیوں کے رہنے والوں نے فیصلہ کیا کہ ان الگ الگ بستیوں کی ایک اجتماعی قیادت ہونی چاہیے جس کے لئے عبداللہ بن ابی بن سلول کا نام منظور ہوا اور اُسے مدینہ کا بادشاہ بنانے ہی والے تھے کہ حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ جلوہ افروز ہوئے تب صورت حال یکسر بدل گئی۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری کیساتھ اس چھوٹی سی بستی کا سارا نظام، سارے فیصلے، ساری باتیں حضور اکرم ﷺ کے زیر نگین ہو گئیں سب لوگ حضور ﷺ کے اتباع میں آ گئے اور عبداللہ بن ابی کا وہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا حضور ﷺ کی بتائی ہوئی مسجد نبوی کے باہر مدینہ منورہ کی آبادی تھی اس زمانے کی آبادی کا سارا علاقہ یعنی اس وقت کا مدینہ منورہ سارا آج کل کی مسجد نبویؐ کے اندر آ چکا ہے۔ ستر کی دہائی کے ابتدائی سالوں میں جب ہمیں وہاں حاضری کا شرف نصیب ہوا تو اس وقت مسجد نبوی سے باہر گرداگرد مدینہ منورہ کی بستی تھی اور یہ بستی پرانے زمانے کی بستی سے زیادہ پھیلی ہوئی تھی۔ پرانے زمانے میں نبی کریم ﷺ کے والد ماجد کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا اور شہر کے باہر کے قبرستان میں آپ کو دفن کیا گیا۔ ترکوں نے اُن کے مزار پر بہت خوبصورت عمارت بنا دی تھی جس میں مرکزی عمارت میں مزار مبارک تھا اور اردگرد خدام کے رہنے کے حجرے تھے یہ بہت خوبصورت عمارت تھی ال سعود جب حکمران ہوئے تو انہوں نے ابتداءً اسے بند کر دیا۔ دروازے تو بند رہتے تھے اردگرد بڑی بڑی کھڑکیاں تھیں جن میں لوہے کی خوبصورت جالیاں مضبوط لگی ہوئی تھیں۔ لوگوں میں طرح طرح کی بدعات سرایت کئے ہوئے ہیں اور انہیں میں سے ایک بدعت کپڑے لٹکانے یا دھاگے باندھنے کی ہے یہ رواج تو مشرکین وکفار کا تھا کہ جب وہ بتوں پر کوئی نذر یا منت ماننے جاتے تو نشانی کے طور پر دھاگہ باندھ دیتے یا چھوٹا سا کپڑا لٹکا دیتے کہ انہیں ہماری بات یاد رہے گی کہیں یہ بھول نہ جائیں تو یہی بدعت آج تک جاری ہے آج اہل اللہ کی قبور پر انکے مزارات کی عمارتوں پر یہی دھاگے اور کپڑے لٹکے نظر آتے ہیں۔ حضور ﷺ کے والد ماجد کے مزار مبارک کی عمارت کو میں نے دیکھا کہ اس عمارت کے گرداگرد کھڑکیوں کی جالی کی تاروں کے ساتھ اس کثرت سے دھاگے بندھے ہوئے تھے۔ سعودی حکومت نے ان بدعات کو روکنے کے لئے دروازے بند کر رکھے تھے لیکن ہر سلاخ کے ساتھ دھاگے بندھے دکھائی دیتے تھے پھر ستر کی دہائی کے آخر میں مسجد نبویؐ کی توسیع کی گئی جو اتنی وسیع ہوئی کہ یہ عمارت بھی اسی میں شامل کرنا پڑی۔ اس کے لئے عمارت کے گرداگرد میدان صاف کر کے عارضی چھت ڈالی گئی اور حضور ﷺ کے والد ماجد کا جسم مبارک نکال کر جنت البقیع میں منتقل کیا گیا اور بعض صحابہ کرامؓ کی قبور بھی اس توسیع میں آ گئیں انہیں بھی جنت البقیع میں منتقل کیا گیا یہ کام حکومت نے خاص احتیاط سے کروایا اس لئے عام آدمی کو دیکھنے کی اجازت نہیں دی گئی البتہ یہ اطلاع مصدقہ تھی کہ تمام وجود مبارک تروتازہ تھے جیسے کوئی ابھی ابھی سویا ہو اور ابھی جاگ اٹھے۔

تو یہ شہر مدینہ تھا جس پر ابن ابی کی بادشاہت قائم ہونے والی تھی کہ آپ ﷺ مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہوئے اور ریاست مدینہ قائم ہوئی۔ اسلامی حکومت اور اسلامی نظام زندگی کا نفاذ شروع ہو گیا اس پر منافقین کے سردار ابن ابی نے اہل مکہ کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے اکسایا۔ اہل مکہ کے دل بدر کی شکست کے باعث زخمی تھے اس ذلت آمیز شکست کی خفت کا انہیں اپنے اردگرد کے قبائل میں بھی سامنا تھا کہ اتنی بڑی طاقت کو مٹھی بھر لوگوں سے شکست ہوئی منافقین نے انہیں یہ کہہ کر بھڑکایا کہ تم یہاں بیٹھ گئے ہو اور وہ وہاں منظّم ہو

رہے ہیں ان میں مواخات قائم ہوگئی ہے اُن میں کام بانٹ دیئے گئے ہیں کوئی دوکان چلا رہا ہے کہ کوئی کھیتی باڑی کر رہا ہے وہ بھائی بھائی بن کر کام کر رہے ہیں، وہ جلد ایک منظّم طاقت بن جائیں گے۔

چنانچہ کفار نے تین ہجری میں مدینہ منورہ پر حملے کا منصوبہ بنالیا۔

صورتحال اس طرح تھی کہ مدینہ منورہ کے باہر یہود ومنافقین کی بستیاں تھیں جو بظاہر آپؐ کے ساتھ اور دوپردہ کفار کیساتھ ملے ہوئے تھے۔ مدینہ النبیؐ کو آنے کے لئے کئی بستیوں اور باغوں کے درمیان سے راستہ گزرتا تھا اور حملہ آور فوج کا وہاں سے گزرنا اس لئے ممکن نہیں تھا کہ راستہ تنگ اور مسلسل نہ ہونے کی وجہ سے فوجیوں کی فوجی ترتیب ختم ہوجاتی تھی لہذا یہ انکی مجبوری تھی کہ وہ ان راستوں کو چھوڑ کر مدینہ منورہ کے سامنے سے باہر سے احد میں پہنچیں۔ نبی کریم ﷺ نے مسجد نبوی میں مشاورت فرمائی۔ آپ ﷺ کا خیال تھا کہ بستی میں رہ کر مقابلہ کیا جائے کیونکہ بستی میں وہ فوجی جمعیت کیساتھ داخل نہیں ہوسکتے۔ جدھر سے بھی آتے فوجی ترتیب ٹوٹتی یوں منتشر ہوکر آتے اور دو دو چار چار آدمیوں کی ٹولیاں داخل ہورہی ہوں تو اُن کا مقابلہ آسان ہے بجائے اس کے کہ ایک منظّم فوج باقاعدہ آرہی ہو۔

کچھ صحابہ کرامؓ جو نوجوان تھے اور بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے ان کے دلوں میں ایک ولولہ تھا کہ میدان میں مقابلہ ہو کھلے میدان میں مقابلہ ہو انہیں جانثاری کا موقع ملے بدر میں تو حاضر نہ ہو سکے تھے اب احد میں اپنے دل کے ارمان نکالیں تو انہوں نے اپنی رائے پر اصرار کیا کہ مقابلہ شہر سے باہر کھلے میدان میں کیا جائے۔

حضور ﷺ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو آپ ﷺ نے زرہ پہن رکھی تھی اور جنگ کے لئے تیار تھے۔ اس پر اکابر صحابہؓ کو احساس ہوا کہ حضور ﷺ کے زرہ پہننے کا مطلب ہے بہت شدت کی جنگ درپیش ہے اور نوجوانوں نے جو مشورہ دیا ہے یہ درست نہیں اس میں حضور ﷺ کی جان مبارک کو خطرہ لاحق ہے اسی لئے حضور ﷺ نے زرہ پہن لی ہے تو انہوں نے عرض کی کہ حضورؐ یہ نوجوان ہیں ان کے اپنے جذبے ہیں ہم ان کی رائے پر معذرت کرتے ہیں فیصلہ تو آپ کے دست مبارک میں ہے آپ حکم دیں تو یہیں رہ کر جنگ کی جائے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا رسول ﷺ جب فیصلہ کر لیتا ہے جب قدم اٹھاتا ہے تو واپس نہیں لیتا اب جنگ باہر ہی ہوگی تو حضور ﷺ اُحد کو روانہ ہوئے اس وقت ایک ہزار سپاہ ہم رکاب تھی۔

اس زمانے میں جنگ کا مروجہ طریقہ یہ تھا کہ فوجیں آمنے سامنے کھڑی ہوجاتیں فوج کے بہادر اور شجاع افراد سامنے آکر مبارزت کرکے مقابل سے ان کے ہم پلہ سامنے آتے ایک مرجاتا دوسرا جیت جاتا پھر دونوں افواج گتھم گتھا ہوجاتیں پھر جیت یا ہار ہوتی۔

نبی کریم ﷺ نے بدر، احد اور خندق میں نئی نئی تراکیب اور حکمت عملی اختیار کر کے دشمنوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا بعد میں پہلی مرتبہ طریقہ جنگ میں تبدیلی فرمائی میدان جنگ کا جائزہ لیا بہترین جگہ مسلمان لشکر کیلئے منتخب فرمائی سب سے ضروری پانی تھا پانی کے چشمے پر حضور ﷺ نے قبضہ فرمایا کفار کو اُترائی کیطرف رہنے پر مجبور کیا۔ مسلمانوں کو اونچائی کی جگہ عطا کی آپ ﷺ نے ایسی جگہ کا انتخاب فرمایا جہاں مسلمان آسانی کیساتھ تیر برسا سکیں نیزہ بھی نیچے پھینک سکیں اور تلوار بھی چلا سکیں اور دشمن کو کمزور زمینی پوزیشن پر رہنے کی مجبوری ہو۔

اُحد میں بھی نبی کریم ﷺ نے اچھی جگہ پر قبضہ فرما کر اُحد پہاڑ کو پشت پر رکھ لیا کہ لشکر کی پشت محفوظ ہو جائے اور پھر لشکر کو اس طرح سے ترتیب دیا کہ دشمن حیرت زدہ رہ گئے۔ یہی بات خندق میں ہوئی

کہ جب جزیرہ نمائے عرب کے سارے مشرکین چڑھ دوڑے تو آپ ﷺ نے شہر کی حفاظت کیلئے بہت بڑی خندق کھدوائی جسے سوار پھلانگ نہیں سکتا تھا تو خندق کے ایک طرف کفار رہ گئے اور دوسری طرف مسلمان یہ بھی ایک مختلف اور موثر ترکیب تھی مورخین نے یہ نقل کیا ہے کہ یہ مشورہ حضرت سلمان فارسیؓ نے دیا تھا دنیا میں اس وقت جو خندقیں تھیں وہ قلعے کے گرد گرد ہوتی تھیں ان خندقوں کو پانی سے بھر دیا جاتا تھا اور قلعے کا دروازہ ایک پل کی طرح اوپر سے نیچے کو کھلتا تھا جب کھولنا ہوتا تو اندر لگی چرخیاں گھمائی جاتیں اور بڑی بڑی زنجیروں کے ذریعے دروازہ اوپر سے نیچے آتا اور خندق کے اوپر پل بنا دیتا جب بند کرنا ہوتا تو چرخیاں الٹی گھماتے تو دروازہ بند ہو جاتا۔ ایسی خندقیں اور دروازے اس وقت متعارف تھے لیکن شہر کے گرد خندق کہیں بھی متعارف نہیں تھی مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اسکی تعلیم اللہ کریم نے نبی کو دی یہ آپ ﷺ کی ایجاد تھی تو فن حرب کو حضور ﷺ نے بے شمار حکمتیں عطا کیں۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ بس اندھا دھند کام کیا جائے اور اسباب و وسائل کو بروئے کار نہ لایا جائے تو یہ توکل ہے حالانکہ توکل یہ ہے کہ انسانی بس میں جہاں تک ممکن ہو بہترین وسائل استعمال کئے جائیں بہترین اسباب اختیار کئے جائیں اچھے صحت منداور فن حرب میں ماہر فوجی تیار کئے جائیں انکو انکی استعداد اور میدان جنگ میں انکے درست مقام پر متعین کیا جائے انہیں بہترین ہتھیار جو مہیا ہو سکتے ہوں دیئے جائیں پھر اللہ کریم پر بھروسہ اور توکل کیا جائے۔ آپ ﷺ نے بدر واحد خندق و دیگر غزوات میں یہی عملاً کر کے دکھایا۔ میدان اُحد میں اُحد پہاڑ کو پشت پر لے کر نبی کریم ﷺ نے اپنا لشکر ترتیب دیا اور مقاتلہ کے لئے مختلف جگہوں پر کھڑا کر دیا۔ اُحد کے پیچھے ایک درہ تھا جہاں سے دشمن کی طرف سے خطرہ ہو سکتا تھا تو حضور ﷺ نے پچاس مجاہدین کا ایک دستہ حضرت مصعب بن عمیرؓ کی قیادت میں وہاں مقرر فرما دیا اور تاکید فرمائی کہ جنگ کا انجام خواہ کچھ بھی ہو دوران جنگ تمہیں نظر آئے کہ ہم پر زیادہ دباؤ آ رہا ہے یا ہم غالب آ رہے ہیں اس سے تمہیں کوئی سروکار نہیں تمہیں تا حکم ثانی اسی درے پر جم کر رہنا ہے۔ تمہاری ذمہ داری اس راستے کی حفاظت ہے۔ حضور ﷺ جب مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو ایک ہزار کا لشکر ہمراہ تھا جس میں تین سو ابن آبی کے ساتھی تھے۔ جب شہر سے باہر نکلے تو اس نے کہا اگر یہ جنگ ہوتی تو ہم آپ کا ساتھ دیتے لیکن جو کچھ آپ کرنے جا رہے ہیں یہ تو جنگ نہیں خودکشی ہے کہ ایک لشکر جرار تین ہزار کی سپاہ لیکر اہل مکہ انتقام کے غیض و غضب میں بھرے آ رہے ہیں ہمارا مشورہ نہیں مانا گیا شہر میں رہ کر آپ لڑتے تو ہم آپ کا ساتھ دیتے اس خودکشی میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتے' چنانچہ وہ تین سو بندے لیکر شہر سے باہر سے ہی الگ ہو گیا نہ صرف خود الگ ہوا بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی ورغلانے لگا کہ یہ تو خودکشی ہے کیوں اپنی جانیں گنوانا چاہتے ہو پیچھے آ جاؤ۔ اسی بات کا ذکر اس آیۂ کریمہ میں آیا ہے اذ ھمت طائفتٰن منکم من تفشلاً. انصار کے دو قبیلوں کے دل میں یہ خیال گزرا کہ یہ بات تو یہ بھی ٹھیک کہتا ہے قرآن حکیم میں اللہ پاک فرماتے ہیں کہ اُن کے دل میں ہمت ہار دینے کا خیال گزرا واللہ ولیھما لیکن وہ مخلص تھے اس لئے اللہ انکے ساتھ ہے۔ وہ جو ورغلا رہا تھا وہ منافق تھا اُسے تائید باری نصیب نہیں ہوئی اُسے نکال دیا گیا وہ محروم ہوا اور جنکے دل میں خفیف سا خیال گزرا وہ الگ نہیں ہوئے کہ وہ مخلص تھے وعلی اللہ فلیتوکل المومنون تو انہوں نے اللہ پر بھروسہ کیا اور وہ ثابت قدم رہے وہ الگ نہیں ہوئے اللہ نے انکے دل پر ثابت قدمی نازل کر دی ایفا رابطہ عطا کیا اپنی طاقت انکے دلوں میں بھر دی اور معیت

باری نے انہیں استقامت عطا فرمادی۔ یہ کمال ہے خلوص کا۔ چونکہ اُن میں خلوص تھا نفس انسانی کے زیر اثر شیطان کے وسوسے سے یا منافقین کے بہکانے پر ایک ادنیٰ سا خیال آیا جسے اللہ نے رفع کر دیا اور انہیں ہمت مردانہ سے نوازا اور رفاقت محمد رسول اللہ سے سرفراز فرمایا تو اُحد میں حضور ﷺ نے ایسی ترتیب دی کہ پہلے ملے میں کفار مکہ کو شکست ملی پہلے مقابلے میں ہی وہ اس ترتیب کی تاب نہ لا سکے چونکہ اُن کا لشکر میدان میں صف آرا تھا اور آپ ﷺ کی ترتیب ایسی تھی کہ پہلے ہی مقابلے میں اہل مکہ کو شکست ہوگئی اور انہیں بھاگنا پڑا۔ حالانکہ وہ خواتین ساتھ لائے ہوئے تھے کہ جنگ میں سپاہیوں کا حوصلہ بڑھائیں گی اور وہ دف بجا بجا کر گا رہی تھیں ''ہم ستاروں کی بیٹیاں ہیں اور نرم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں اگر تم آگے بڑھو گے تو ہم تمہیں گلے لگائیں گی اگر پیچھے پلٹو گے تو ہم تم سے الگ ہو جائیں گی'' یہ عربی کے دو اشعار کا مفہوم ہے۔

مشرکین نے پہلا حملہ ہی غصے میں جل بھن کر کیا اور جنگ کا بنیادی اصول یہ ہے کہ اس میں غصہ نہ ہو کہ غصے میں عقل ماری جاتی ہے جنگ غصے سے نہیں تدبر سے کی جاتی ہے دوسری غلطی انکی یہ تھی کہ انکی ترتیب سوار، پیادہ کی صفیں بنانے تک کو دیکھا لیکن یہ نہ دیکھا کہ کہاں زیادہ دباؤ پڑے گا وہاں زیادہ مضبوط لوگ ہوتے ہیں کہاں کم دباؤ ہوگا وہاں مختلف لوگ ہوتے ہیں بلکہ وہ تیر اباندھ کر ٹوٹ پڑے اور جب آگے آئے تو حضور کی ترتیب کی وجہ سے مقابلہ ایسا سخت پڑا جو انکی توقع کے خلاف تھا چنانچہ قتال کے بعد انہیں بھاگتے ہی بنی مفسرین کے مطابق لشکر بھاگا تو وہ دف بجاتی خواتین بھی اسی تیزی سے بھاگیں۔

ادھر درے پر موجود مجاہدین نے اہل مکہ کو بھاگتے دیکھ کر سوچا کہ ان کے تعاقب میں جانا چاہیے اور یہ سوچ کر انہوں نے درہ چھوڑ کر بھاگتے ہوئے مشرکین کا تعاقب شروع کر دیا حضرت مصعب بن عمیرؓ نے واضح فرمایا کہ ہمیں درہ نہیں چھوڑنا ہمیں نبی کریم ﷺ کا حکم ہے ہمیں تا حکم ثانی یہیں رکنا ہے لیکن اکثر صحابہؓ جوش جہاد میں وہاں سے اتر آئے صرف سات آدمی درے میں رہ گئے۔ ابوسفیان اور خالد بن ولید ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے ابوسفیان نے خالد کو دیکھکر کہا ہم یہ جنگ بھی ہار گئے اس نے کہا نہیں ابھی نہیں یہ کہہ کر سواروں کا ایک دستہ لیا اور درے سے آ کر حملہ کر دیا درے پر موجود سات صحابہ ادھر ہی شہید ہوگئے اور پیچھے سے آ کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو گئے چنانچہ لشکر اسلام پھنس گیا اور منتشر ہو گیا جس ترتیب پر حضور ﷺ نے کھڑا کیا تھا درہ چھوڑنے کے باعث وہ ترتیب بکھر گئی پھر مشرکین کے تعاقب میں بھاگے تو پیچھے سے بھی حملہ ہو گیا اور کفار نے پیچھے سے آواز دی اور بھاگنے والے ادھر سے پلٹ کر حملہ آور ہو گئے یوں مسلمان دونوں طرف سے تلواروں کی نوک پر آ گئے تو اسقدر کہرام مچا کہ بعض مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے حضرت ابوبکر صدیق اور دس بارہ صحابہؓ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ رہ گئے باقی سارے الگ الگ ٹکڑیوں میں گھر گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو جب پتھر لگا رخ انور زخمی ہو گیا دندان مبارک شہید ہو گئے تو شیطان نے نعرہ لگایا ان محمد اُقد قتلا کہ حضرت محمد ﷺ شہید ہو گئے ابلیس کے اس نعرے کو ہر مشرک نے دہرانا شروع کر دیا اور سب مکے والے یہی چلانے لگے تو مسلمانوں پر دو طرح کی کیفیت طاری ہوگئی کچھ تو اس خبر سے سکتے میں آ گئے اور اس صدمے میں اس خیال میں حضورؐ ہی نہیں رہے تو ہم کس لئے لڑیں تو یوں وہ مشرکین کے ہاتھوں شہید ہو گئے دوسروں پر اس کا اثر یہ ہوا کہ اگر حضور شہید ہو گئے تو ہم بچ کر کیا کریں گے ہم بھی شہید ہونگے وہ اس خیال کے زیر اثر اس بے جگری سے لڑے لیکن میدان بہر حال مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ صحابہؓ

نے یہ نعرہ لگایا کہ حضور ﷺ زندہ ہیں سلامت ہیں اور یہاں جلوہ افروز ہیں مسلمانو! یہاں جمع ہو جاؤ تو وہ لڑتے بھڑتے سب کے سب حضور ﷺ کے گرد جمع ہو گئے اور پھر اس بے جگری سے لڑے کہ اہل مکہ کو پھر سے بھاگنا پڑا مقام روحا تک صحابہؓ نے اہل مکہ کا یوں تعاقب کیا دو دو زخمی صحابہؓ ایک دوسرے کے سہارے چلتے بھاگتے گئے اہل مکہ کے بھاگنے کے بعد پھر واپس احد میں تشریف لائے نبی کریم ﷺ نے احد میں مزید دو روز قیام فرمایا شہدا کے جنازے ہوئے تدفین ہوئی اور اس سے فارغ ہو کر حضور ﷺ واپس تشریف لائے۔

غزوہ احد میں صحابہ کرامؓ کے بارے بہت سے مفسرین اور علمائے جدید نے بھی یہ لکھا ہے کہ وہ مال غنیمت کے لوٹنے کے لالچ میں آ گئے اور درہ چھوڑ دیا یہ خیال اس لئے درست نہیں کہ مال غنیمت کیا اس کا ہو جاتا تھا جو لوٹ لیتا تھا نہیں! جتنا مال شکست خوردہ لشکر چھوڑ جاتا اور جو لوگ مارے جاتے ان کا اسلحہ گھوڑا یا انکے تاج وغیرہ یہ تمام مال غنیمت سب ایک جگہ جمع ہوتا تھا امیر لشکر تقسیم فرماتا تھا اس کا پانچواں حصہ بیت المال کو جاتا اور باقی چار حصے مجاہدین میں اس طرح تقسیم کئے جاتے کہ سوار کے دو حصے کہ اس کے ساتھ اس کا گھوڑا بھی ہے اور پیادہ کا ایک حصہ لہٰذا لوٹنے کے لئے اترنے کی منطق بالکل غلط ہے۔

دوسری غلط فہمی بعض دانشوروں کو یہ ہوئی ہے کہ انہوں نے لکھا ہے کہ غزوہ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اس بات کی بنیاد کیا ہے یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے؟ اور یہ کس وجہ سے اسے مسلمانوں کی شکست ثابت کرتے ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ مشرکین مکہ کا جنگ کرنے کا مقصد کیا تھا؟ مدینہ منورہ کی تباہی یا نبی کریم ﷺ کی ذات عالی کو نقصان پہنچانا یا صحابہ کرامؓ کو قتل کرنا۔ کیا وہ اپنے پہلے مقصد میں کامیاب ہوئے؟ کیا دوسرا مقصد پورا ہوا؟ کیا وہ میدان کفار کے قبضے میں آ گیا جہاں جنگھوئی میدان جنگ۔ جس فوج کے قبضے میں رہے وہ فاتح ہے یا وہ جو میدان چھوڑ کر بھاگ جائے۔ اہل مکہ اگر میدان احد پر سے مسلمانوں کو بھگا دیتے اُحد پر قبضہ کر لیتے دو دن وہاں رہ جاتے تو کوئی کہہ سکتا تھا کہ شکست مسلمانوں کو ہوئی لیکن کفار کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ شہر تک وہ پہنچ ہی نہ سکے اکابر صحابہؓ اور نبی کریم ﷺ کو گزند پہنچانا چاہتے تھے اس مقصد میں بھی ناکام ہوئے۔

اپنا سامان حرب وضرب اور مردے تک چھوڑ کر بھاگ گئے اور روحا تک بھاگتے چلے گئے مجاہدین انہیں پیچھے سے مارتے اور اُن کا تعاقب کرتے روحاء تک گئے تو کس طرح سے اسے مسلمانوں کی شکست لکھا جاتا ہے۔

شکست بہر حال کفار کو ہوئی اس لئے کہ اللہ کا وعدہ تھا لایضرلم کیدھم شیاءً۔ کہ انکے مکر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔

خود نبی کریم ﷺ جلوہ افروز تھے تو فتح مسلمانوں کو ہوئی۔

ضرورت رشتہ

لڑکی کے لئے رشتہ درکار ہے۔

عمر:- 25 سال تعلیم B.Sc

قوم:- اعوان

لڑکا برسر روزگار اور نیک سیرت ہو۔

ذات کی کوئی قید نہیں۔ سلسلہ عالیہ کا ساتھی ہو۔

رابطہ:- والد- 0300-4102897 ضلع سرگودھا

سوال و جواب

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 02-08-2007

سوال: جذب سکر اور وجد میں کیا فرق ہے؟ کل آپ نے لفظ جذب عدم کمال کے لئے استعمال فرمایا جبکہ اس سے قبل جذب ترقی کے معنی میں استعمال فرماتے رہے ہیں سیدنا عمرؓ کی حضورﷺ کے وصال کے وقت کیفیت کیلئے بھی آپ نے سکر کی اصطلاح استعمال فرمائی اگر جذب کمال کے معنی میں لیا جائے تو اس سے کیا مراد ہوگی۔ نیز دلائل السلوک میں سالک المجذوبی کی اصطلاح بھی لکھی گئی ہے۔ وضاحت فرمادیجئے۔

جواب:- جذب اور سکر دو ایسی کیفیات ہیں جس میں حواس باقی نہیں رہتے اور دونوں الفاظ ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں جذب اور سکر میں فرق یہ ہے کہ سکر دائمی نہیں ہوتا سکر ایک کیفیت ہوتی ہے جو آتی ہے چلی جاتی ہے۔ یہ الفاظ ہیں ان کے معنی کی تعیین ان کے استعمال پر ہوتی ہے۔ لفظ جذب جب عدم کمال کے معنی میں استعمال ہو تو اس سے مراد وہ کیفیت ہوتی ہے جو انسانی حواس کو ہمیشہ کیلئے بیکار کردیتی ہے آدمی جسمانی و ذہنی طور پر پاگل ہوجاتا ہے اُسے اچھے برے کی تمیز نہیں رہتی، کھانے پینے کا ہوش نہیں رہتا لباس بے لباس ہونے کا ہوش نہیں رہتا تو اسے مجذوب کہتے ہیں اثنائے سفر سلوک میں، تصوف سیکھتے ہوئے انوارات کی شدت برداشت نہ کرتے ہوئے یہ کیفیت وارد ہوجائے اور حواس جاتے رہیں تو اسے مجذوب کہتے ہیں۔ جو میں نے کل عرض کیا تھا وہ یہ تھا کہ ہر پاگل مجذوب نہیں ہوتا یعنی لوگ کسی اور وجہ سے بھی پاگل ہوجاتے ہیں اور لوگ ہر پاگل کو مجذوب یا ولی سمجھ لیتے ہیں سو ہر پاگل مجذوب نہیں ہوتا بلکہ مجذوب، وہ لوگ ہوتے ہیں جو صوفیا سے تربیت حاصل کررہے ہوتے ہیں اور کیفیات کی شدت کے باعث انکے حواس مختل ہوجاتے ہیں بلکہ میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ شدت انوارات کے جذب نہ ہونے کے باعث دماغ کی محسوس کرنے کی قابلیت اور قوت متاثر ہوتی ہے۔ قدرت نے دماغ کا ایسا عجیب نظام بنایا ہے کہ آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے یا بدن جو کچھ محسوس کرتا ہے اسکی اطلاع دماغ کو پہنچتی ہے دماغ کی حسیات بدن کے اثرات محسوس کرتی ہیں بدن پر جب چوٹ لگے تو درد بھی تب محسوس ہوتا ہے جب دماغ کی وہ حسیات اپنا کام کررہی ہوتی ہیں اس لئے درد کو روکنے کی جو دوائیں دی جاتی ہیں جنہیں Pain Killer کہا جاتا ہے ان سے نہ زخم درست ہوتا ہے نہ درد ٹھیک ہوتا ہے بلکہ درد محسوس ہونا بند ہوجاتا ہے وہ حس جو درد کو محسوس کرتی ہے اُسے کچھ دیر کے لئے دوا ناکارہ کردیتی ہے اور آدمی سمجھتا ہے درد ٹھیک ہوگیا حالانکہ زخم بھی موجود ہوتا ہے لیکن تکلیف کا احساس کم ہوجاتا ہے۔ تو مجذوب کے دماغ کی وہ حسیات متاثر ہوجاتی ہیں جنکے نتیجے میں اس کے حواس کلی طور پر ہمیشہ کیلئے ختم

ہو جاتے ہیں۔

لفظ جذب' جب دوسرے معنی میں استعمال ہوتا ہے تو اسکے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کو اپنے اندر سمو لینا۔ جذب جب انوارات جذب کرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے تو مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ کے نام کے نور کو اور ذکر الٰہی سے جو انوارات آتے ہیں انہیں اپنے وجود میں سمو لیں۔ کوشش کریں وہ آپ کے وجود میں جذب ہوں وجود میں ٹھکانہ بنا لیں کوشش کر کے اپنے اندر سمو لیں تا کہ ذکر کے بعد بھی وہ کیفیت موجود ہے تو انوارات جذب کرنے کے لئے بھی یہی لفظ استعمال ہوتا ہے لفظ تو ایک ہی ہے اس کا استعمال ہی اسکے معنی متعین کرتا ہے۔

سکر سے مراد ہے حواس کا مختل ہو جانا۔ اسی لئے ہر وہ چیز جو حواس مختل کر دے وہ حرام ہے۔ شراب میں بھی حرمت سکر ہی کی وجہ سے ہے کہ وہ ہوش سے بیگانہ کر دیتی ہے ورنہ وہ ناپاک چیزوں سے تو نہیں بنتی انگور' جو یا کھجور کے رس سے بنتی ہے لیکن بنانے کے خاص طریقے ہیں جن میں ان چیزوں میں سکر پیدا کرنے کے اثرات پیدا ہو جاتے ہیں بنگال میں کھجور کے درخت کو زخم لگا کر برتن باندھ دیتے اس میں رس ٹپکتا رہتا ہے رات بھر میں رس برتن میں جمع ہو جاتا ہے صبح وہ رس پی لیا جائے تو حلال ہے اور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اسے استعمال فرمایا لیکن اگر وہ پرانا ہو جائے تو اس میں جھاگ سی بن جاتی ہے سکر ہو جاتا ہے جو حواس کو مختل کر دیتا ہے اور حرام ہو جاتا ہے۔ سکر سے حواس وقتی طور پر زائل ہو جاتے ہیں اور کچھ دیر بعد وہ کیفیت جاتی رہتی ہے۔ مجذوب پر جو جذب وارد ہوتا ہے وہ وقتی نہیں ہوتا دائمی طور پر ہوش حواس کھو بیٹھتا ہے۔ مجذوب ہونا عدم کمال ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام مجذوب نہیں ہوتے جو چیز نبی پر وارد نہیں ہوتی وہ کمال نہیں ہوتا کمال ہوتا تو نبی پر وارد ہوتا۔ نعوذ باللہ اگر نبی پر جذب یا سکر وارد ہو تو مدہوشی ہوگی اس میں جو بات کہی جائے گی ضروری نہیں کہ وہ شرعی ہو اور نبی کا ارشاد پوری امت کے لئے حکم ہے اس حکم کا اتباع کرنے سے اُمت نعوذ باللہ گمراہ ہو جائے گی لہٰذا انبیاء علیہم السلام اس سے محفوظ ہوتے ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصال نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت جو سکر وارد ہوا یہ وہی وقتی اور عارضی کیفیت تھی جو آ کر چلی گئی۔

دلائل السلوک میں سالک مجذوبی کی جو اصطلاح لکھی گئی ہے وہ ایک مقام ہے ایک دائرہ ہے ایک کیفیت ہے سالک المجذوبی سلوک کے سفر کا ایک مقام ہے۔ سالک المجذوب اور شئے ہے اور مجذوب سالک اور شئے ہے۔ سالک المجذوبی کے راستے کا مسافر سالک المجذوب ہے اور مجذوب سالک اس پاگل کو کہتے ہیں جو سلوک کا سفر کر رہا تھا لیکن اسکا وجود' ذہن' بدن اس کو برداشت نہ کر سکا تو پاگل ہو جانے کے بعد مجذوب سالک مرفوع القلم ہو جاتا ہے اور اسکے لئے سرعاً یہی حکم ہے کہ اُس کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیں نہ اُسے اچھا کہیں نہ بُرا کہیں۔ یہ تفصیل میں نے اس لئے عرض کی تھی کہ لوگوں میں یہ بہت رجحان ہے کہ مجاذیب کے پیچھے بھاگتے ہیں اکثر تو مجذوب ہوتے ہی نہیں کسی جسمانی عجلت کی وجہ سے پاگل ہو جاتے ہیں تو کسی پاگل کے پیچھے بھاگنے کا کوئی فائدہ نہیں اور کوئی واقعی مجذوب ہے کہ راہ سلوک میں چلتے چلتے پاگل ہو گیا تو اس کے پیچھے بھاگنے کا بھی کوئی

فائدہ نہیں کہ جسے اپنا ہوش نہیں وہ دوسرے کا فائدہ کیسے کر سکتا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ کسی بھی پاگل کا ذہن اگر کہیں مرتکز ہو جائے تو زیر آسمان مادی دنیا کے واقعات کو اسکی دماغی قوت دور سے دیکھ سکتی ہے تو اس طرح بعض اوقات انکے منہ سے ایسی باتیں نکلتی رہتی ہیں جو عجیب ہوتی ہیں دوسرے شہروں کی خبریں یا دوسرے ملکوں کی خبریں یا واقعات وہ کہہ جاتے ہیں جس کا انہیں خود بھی ہوش نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں لیکن لوگ انکی اس طرح کی باتیں سن کر عقیدت مند ہو جاتے ہیں۔ یہی کیفیت ہندو یوگا کے ذریعے یا تنہائی میں مختلف ریاضتیں کر کے چلہ کشیاں کر کے حاصل کرتے تھے یہ توجہ کو ہر طرف سے کاٹ کر ایک نکتے پر مرتکز کر کے ذہن کی اس قوت پر قابو پالیتے تھے جس سے دور و نزدیک کی باتوں کا مادی چیزوں کا گذشتہ یا آئندہ کی چیزوں کا پتہ چلا لیتے تھے یہ کمال ان ہندو یوگیوں کے پاس تھا اسی طرح کا ایک ہندو حضرتؒ کے پاس آیا حضرتؒ نے اس سے پوچھا تم نے کیا کمال حاصل کیا اور کیسے حاصل کیا؟ تو اس نے کہا کہ ہم علیحدگی میں بیٹھ کر بڑا وقت لگاتے ہیں بیٹھنے کا بھی ایک مشکل اور خاص طریقہ ہوتا ہے اس طرح گھنٹوں مسلسل بیٹھتے ہیں ذہن کو مرتکز کرتے ہیں اور ہر سانس کیساتھ ہوں۔ تو کہتے رہتے ہیں اس طرح ارتکاز توجہ نصیب ہوتی ہے اور میں نے بڑی عمر اس پر لگا دی۔ حضرتؒ نے پوچھا تو پھر تمہیں اس سے حاصل کیا ہوا اس نے کہا کہ اس وظیفے کے پڑھنے کے بعد ایک شکل ایک ہیولہ ایک صورت میرے سامنے آجاتی ہے میں اُسے جہاں کہوں وہ مجھے وہاں چھوڑ آتی ہے نہ مجھے کسی سواری پر چڑھنے کی ضرورت رہتی ہے نہ پیدل سفر کرنے کی۔

حضرتؒ نے پوچھا یہ بتاؤ جب وہ صورت سامنے آتی ہے تو تمہیں اس سے انس پیدا ہوتا ہے یا وحشت پیدا ہوتی ہے اس سے ڈر لگتا ہے یا لگاؤ پیدا ہوتا ہے کہنے لگا ڈر لگتا ہے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

آپؒ نے فرمایا یہی دلیل ہے اس بات کی کہ وہ شیطان ہے اور وہ نوع انسانی کا دشمن ہے وہ پوری اولاد آدم کا دشمن ہے بنی آدم تو سارے ہیں دشمن سامنے آئے تو ڈر کی کیفیت پیدا ہوتی ہے دوست آئے تو اُنس پیدا ہوتا ہے لیکن چونکہ وہ شیطان ہے بنی آدم کا دشمن ہے اس لئے تمہیں ڈر لگتا ہے۔

ہندو جوگیوں کے نشانات اور مقامات ریاضت آج بھی نظر آتے ہیں ہمارے علاقے میں کافی گہرائی میں ایک جنگل ہے وہاں ایک نالہ ہے جس میں پانی سارا سال بہتا رہتا ہے اس کے کنارے انکے ریاضت کرنے کے مقامات کے نشان نظر آتے ہیں اینٹوں سے بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے دائروں کی شکل میں جو اتنے کم جگہ میں بنائے جاتے تھے کہ بندہ گھٹنوں کے بل اندر گھس کر آلتی پالتی مار کر بیٹھ جاتا نہ کھڑا ہو سکتا نہ لیٹ سکتا تھا۔ اس دور کے لوگ بتاتے تھے کہ یہ ہندو چالیس دانے کشمش کے لے کر اندر گھس جاتے چوبیس گھنٹے میں ایک دانہ انکی خوراک ہوتی اس طرح کی چلہ کشیوں کے نتیجے میں وہ کمالات حاصل کرتے جن کا ابھی تذکرہ ہوا۔

ہم نے بعض مسلمانوں کو بھی اس طرح کے وہم کرتے دیکھا ہے پنڈی کے علاقے کے کسی گاؤں کے ایک مولوی صاحب تھے سکول ٹیچر تھے جب ہم لطائف کرتے تھے اس زمانے کی بات ہے وہ حضرتؒ کے پاس انکی خدمت میں کئی کئی دن رہتے تھے اسی طرح کی

چلہ کشیاں کر کے غذا کو گھٹاتے گھٹاتے اس حد تک لے آئے تھے کہ چوبیس گھنٹوں میں ایک چمچ دلیہ کھایا کرتے تھے۔ اس پر حضرتؒ نے تنبیہ فرمائی تھی کہ یہ اللہ کو تلاش کرنے کا کون سا راستہ ہے اگر صحابہ کرام چوبیس گھنٹوں میں ایک چمچ کھاتے تو دنیا کو کون فتح کرتا، اسلام کا پیغام کون پہنچاتا دنیا میں عدل کون قائم کرتا۔

اُن کا عالم یہ تھا کہ پنسل گرنے کی آواز برداشت نہ کر سکتے تھے سر میں درد ہو جاتا تھا۔ کوئی چیز جھک کر اٹھا نہیں سکتے تھے ہمت نہیں ہوتی تھی۔ جب کھانے کا وقت آتا تو کھانا لانے والے سے کہتے میرے لئے کھانا نہ لانا میں کہا کرتا کہ نہیں ان کے حصے کا کھانا بھی لانا وہ بھی ہم کھالیں گے تو انکے آنے سے ہماری بڑی موج ہوتی تھی کہ ہمیں فالتو کھانا ملتا تھا لیکن جتنا کھاتے تھے الحمد للہ اتنی محنت بھی کرتے تھے

یہ ساری وضاحت اس لئے کردی کہ ہر پاگل کو مجذوب نہ سمجھا جائے ہاں اگر واقعی راہ طریقت کا مسافر مجذوب ہو تو اسکے انوارات بڑے قوی ہوتے ہیں اگر اس سے کمزور درجے کا صوفی اسکے قریب جائے گا تو اس کے انوارات بھی سلب ہو کر ادھر چلے جائیں گے اس لئے حضرتؒ منع فرمایا کرتے تھے کہ ابتدائی اسباق والے صوفی طالب علم کو مجاذیب سے بچنا چاہیے۔

ہمارے پاس بھی کوئی آجائے جو کسی اور طریقے سے اللہ اللہ کرتا ہو اسکے مراقبات ثلاثہ ہوں یا بعض کیفیات قلب پر وارد ہوتی ہوں تو ذکر میں بیٹھنے سے پہلے وہ بتادے تو یہ احتیاط کی جاسکتی ہے کہ جو کچھ اس کے پاس پہلے ہے اس پر مزید تعمیر کی جائے لیکن اگر وہ بتائے بغیر بیٹھ گیا تو جب اٹھے گا تو وہ جو پہلی کیفیت تھی وہ صاف ہو چکی ہوگی۔ زیادہ انوارات جب آتے ہیں تو جو کمزور ہیں وہ بھی انکے ساتھ بہہ جاتے ہیں۔ میرے ساتھ ایسا ایک واقعہ ہوا۔ ڈھلوال میں ایک شخص آیا جو پہلے سے وظائف کرتا تھا اُسے کچھ مشاہدات بھی ہوتے تھے وہ امتحان لینے کے لئے ذکر میں آبیٹھا کہ دیکھیں انکے پاس کچھ ہے بھی کہ نہیں پھر جب ذکر سے فارغ ہوئے تو پہلے والی کیفیت سے خالی تھا تو اس نے بڑا واویلا کیا کہ میرے ساتھ زیادتی ہوئی ظلم ہو گیا۔ جو کچھ میرے پاس تھا وہ چلا گیا میں نے پوچھا تمہارے پاس کیا تھا کہنے لگا مجھے مشاہدہ ہوتا تھا میں اس کمرے میں بیٹھ کر دوسرے کمرے کی چیزیں دیکھ لیتا تھا میں نے کہا یہ کیا کمال ہے کہ دوسرے کمرے کی چیزیں نظر آجاتی تھیں۔ بہر حال جو وظائف تم کرتے تھے وہ قلب کی روشنی تھی تمہیں چاہیے تھا کہ تم پہلے مجھے بتادیتے۔ یہاں من جانب اللہ انوارات چونکہ مضبوط تھے تو انوارات کے سیلاب میں وہ معمولی چیز بہہ گئی۔ ظاہر ہے کوئی لوٹے سے پانی ڈال رہا تھا وہاں سے دریا گزر گیا اب وہ لوٹے کا پانی تو نہیں ملے گا۔ ان چیزوں کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی جب تک پیچھے باقاعدہ برکات نبوت نہ ہوں، باقاعدہ سلسلہ نہ ہو مشائخ کا اور باقاعدہ صاحب مجاز نہ ہو۔ ورنہ دور ونزدیک کی چیزوں کے نظر آنے کے کمالات و مشاہدات عالم محسوس تک محدود ہوتے ہیں عالم برزخ میں نہیں جھانک سکتے نہ بالائے آسمان جاسکتے ہیں نہ آخرت کے حالات دیکھ سکتے ہیں اس کے لئے برکات نبوی ضروری ہیں۔

دماغی قوت کو بروئے کار لانے کے فن پر کتابیں ہوتی ہیں جن میں گھسے پٹے جملے لکھے ہوتے ہیں وہ اگر لوگوں کے احوال پر صادق

آجاتے ہیں ایسے ہی بعض نااہل طبیب ہوتے ہیں اُن کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ نبض پر ہاتھ رکھتے ہی دس بارہ بیماریاں گن دیتے ہیں کوئی نہ کوئی بیماری تو اس بندے میں ہوتی ہے وہ بول اٹھتا ہے کہ جی ہاں مجھے یہ ہوتا ہے اور جو واقعی طبیب ہوتے ہیں وہ مرض ہی نہیں جانتے مرض کی وجہ تلاش کرتے ہیں پتہ انہیں بھی نبض دیکھ کر ہی چلتا ہے کہ کونسی خلط بڑھ گئی ہے یا کون سی کم ہوگئی ہے پھر خلط کے بڑھ جانے یا کم ہوجانے کے بعد بدن پر کیا اثرات ہوتے ہیں یہ سب تفصیل کتابوں میں لکھی ہوتی ہے جو اطباء کو ازبر ہوتی ہے تو وہ اگلی کیفیات خود بیان کرتے جاتے ہیں مریض سمجھتا ہے یہ ساری تفصیل نبض سے پڑھ رہے ہیں حالانکہ نبض سے تو صرف ایک اندازہ لگانا ہوتا ہے کہ فلاں خلط کی کمی ہے یا فلاں خلط کا غلبہ ہے سو ان چیزوں کا جو مادی علوم سے تعلق رکھتی ہے ان کا تعلق ایمان سے بھی نہیں ہے یہ انسانی ذہن سے حاصل ہوتا ہے یہ کافر بھی حاصل کرسکتا ہے مومن بھی حاصل کرسکتا ہے اور کمالات روحانی کا تعلق ایمان سے ہے لہٰذا الفاظ کی مشابہت پہ نہ جائیں جملوں پر غور فرمایئے تو آپ کو سمجھ آجائے گی کہ مجذوب پہ جو جذب ہوتا ہے وہ اور ہوتا ہے اور کوئی دھوپ میں بیٹھا دھوپ جذب کررہا ہے سردی کم ہورہی ہے جسم گرم ہورہا ہے یہ جذب اور بات ہے۔

وجد تو مرضی کی بات ہے کہ کسے کیا پسند ہے جسے جو چیز پسند ہو اُسے جو خوشی اس سے ہوتی ہے اسے وجد کہتے ہیں کسی کو شعر و شاعری سے شغف ہے وہ کوئی شعر سنکر وجد میں آجاتا ہے کوئی ادب کو پسند کرتا ہے یا خود ادیب ہے وہ دو جملے عبارت کے سن کر ایسا خوش ہوتا ہے کہ اس پر وجد کی یا خوشی کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے یہ ہر شخص کی پسند کے مطابق ہوتی ہے تو وجد خوشی کی ایک کیفیت ہے اب تو ہر شئے میں نقل آگئی ہے اب تو لوگ نعت سن کر اچھلنا کودنا شروع کردیتے ہیں کہ جی وجد آگیا۔ ہمارے ہاں بھی ایک باباجی ہوا کرتے تھے انہیں بھی نعت سن کر وجد آجاتا تھا بڑا اودھم مچاتے تھے پھر لوگ پکڑتے دوڑتے تھے ایک دن ہمارے ایک لڑکے نے دیکھا تو کہا خبردار کسی نے باباجی کو ہاتھ لگایا لگنے دو دیواروں سے اس کے بعد باباجی آرام سے بیٹھ گئے کہ اب تو کوئی پکڑے گا نہیں تو پھر سر ہی پھٹے گا تو اس طرح سے لوگوں کو اپنی مرضی کے وجد بھی ہوتے ہیں۔

وجد مسرت کی ایک کیفیت ہے اور یہ کوئی ضروری نہیں کہ ہر ایک کو ایک ہی چیز وہ فرحت دے کہ وجد آجائے کسی کو ایک قسم کا پھول پسند ہے کسی کو دوسری قسم کا کسی کو موتیا کی خوشبو اچھی لگتی ہے کسی کو گلاب کی پسند ہے خوشبوئیں تو ساری اچھی ہوتی ہیں لیکن جسے جو خوشبو پسند ہو اسے اس سے خاص کیفیت فرحت محسوس ہوتی ہے اسے وجد کہا جاتا ہے کبھی وہ زیادہ ہوجائے تو آدمی تھوڑا بے اختیار بھی ہوسکتا ہے لیکن یہ کوئی مستقل کیفیت نہیں ہوتی سالک المجذوبی منازل سلوک میں ایک منزل کا نام ہے جسے نصیب ہو اسے ایک حد تک اندازہ ہوجاتا ہے کہ بدن میں بہت سی کیفیات جذب کرنے کی صلاحیت آجاتی ہے۔ لفظ تو ایک ہی ہوتا ہے لیکن جہاں جہاں وہ استعمال ہوتا ہے اسکے اعتبار سے اسکے معنی کی تعین ہوتی رہتی ہے۔

سوال:- القاء اور الہام میں کیا فرق ہے؟

جواب:- اللہ کریم کی طرف سے اسکی مخلوق کو مختلف طریقوں سے رہنمائی ملتی ہے عامتہ الخلق میں جانور بھی ہیں جنہیں فطری طور پر انکی

زندگی کا تمام عمل تعلیم فرما دیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ پیدا ہوتے ہی بغیر کسی کے سمجھائے اپنی ضروریات کی تکمیل کیلئے کوشاں ہو جاتے ہیں۔ یہ فطری تعلیم ہے جس طرح قرآن کریم میں شہد کی مکھی کے بارے آیا ہے کہ اللہ کریم نے اُسے چھتہ بنانا' سفر کرنا' پھولوں سے رس لینا اور شہد بنانا فطری طور پر تعلیم فرما دیا ہے وہ مختلف پھولوں سے رس لیتی ہے اور مختلف طرح کا مادہ بناتی ہے جس میں شفا ہے اور یہ بڑی عجیب بات ہے کہ شہد کی تمام مکھیاں شہد ہی بناتی ہیں لیکن ہر شہد کے اثرات مختلف ہوتے ہیں جس قسم کے پھولوں سے رس بنتا ہے اس طرح کے اثرات اس میں ہوتے ہیں بلکہ طب کی کتابوں میں ملتا ہے کہ کسی طبیب نے بڑی محنت کے بعد آٹھ دس جڑی بوٹیوں سے شہد بنوانے کا اہتمام کیا کہ مختلف کیاریوں میں مختلف بوٹیاں اگائیں پھر ان پر پھول آئے تو ان کے درمیان چھتے لگا کر شہد حاصل کیا یوں وہ تمام امراض کا علاج اسی شہد سے کرتے تھے قسم کے شہد کی خاص مقدار کو ملا کر نسخہ بناتے۔

انسان بھی فطری ضروریات کی تکمیل کے انداز سیکھ کر پیدا ہوتا ہے دنیاوی ضروریات' غذا' لباس' گھر بار اور دیگر معاملات دنیا سب کی تعلیم فطری طور پر لے کر دنیا میں آتا ہے اسی طرح اخروی معاملات کا ادراک اور آخرت کی ضروریات کیلئے تعلیمات بھی من جانب اللہ عطا ہوتی ہے ان کے حصول کا ذریعہ نبوت ہے انبیاء بنی آدم میں سے ہوتے ہیں ان کا وجود عالی بھی مادی ہوتا ہے لیکن مادی وجود بھی پاکیزہ' لطیف اور ہر گناہ سے پاک ہوتا ہے اللہ کے کلام کو وصول کرنے کے لئے جس درجے کی پاکیزگی اور طہارت چاہیے وہ انبیاء ہی کا حصہ ہے انبیاء معصوم عن الخطا ہوتے ہیں اور عصمت خاصہ نبوت ہے۔ جو تعلیمات براہ راست اللہ کی طرف سے بذریعہ وحی آتی ہے انہیں قبول کرنے کے لئے انسان کی ذات اور اسکے وجود میں خاص استعداد چاہیے انبیاء میں یہ استعداد پاکیزگی اور طہارت تخلیقاً عطا کی جاتی ہے۔ اللہ کریم انبیاء کی تخلیق میں ہی معصوم عن الخطا ہونے کی پاکیزگی عطا فرما دیتے ہیں اس لئے صرف انبیاء ہی معصوم عن الخطا ہوتے ہیں۔

وحی کے طریقے مختلف ہیں۔ کبھی فرشتہ انسانی شکل میں آ کر زبانی عرض کر دیتا ہے۔ کبھی فرشتہ فرشتہ ہی رہتا ہے لیکن بات اللہ کے نبی کو پہنچا دیتا ہے کبھی انوارات کا بوجھ پڑ جاتا ہے کیفیات مختلف ہوتی ہیں یہ سب اللہ جانے اللہ کا رسولؐ جانے اور اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ جانے البتہ طریقے مختلف ہوتے ہیں حتیٰ کہ انبیاء کو اگر خواب میں بھی تعلیم فرمائی جائے تو انبیاء کا خواب بھی وحی الٰہی ہوتا ہے وحی کی ساری صورتیں حصول علم کا ذریعہ ہیں ان ذرائع سے وہ علوم حاصل ہوتے ہیں جو عام انسانی فطرت میں نہیں فطری علوم کے حصول میں مومن و کافر کی شرط نہیں کافر کو بھی پتہ ہے کہ بھوک' پیاس گرمی' سردی' گھر بنانا زندگی کی ضروریات کیسے پوری کرنا ہیں یہ سب باتیں انسانی مزاج میں فطری طور پر سمودی گئی ہیں اور مزاج میں فطرتاً آئی ہیں یہی سب کچھ جانوروں کی فطرت میں بھی موجود ہے۔ میں ایک دن ٹی وی پر جنگلی حیات کے بارے دیکھ رہا تھا کہ شتر مرغ کے انڈے سے بچہ نکلا تھوڑی دیر ادھر اُدھر گھوما اتنے میں ایک درندے کا وہاں سے گزر ہوا تو وہ بچہ گھاس کے پودے کے ساتھ بالکل بے حس وحرکت بیٹھ گیا تو اس پروگرام کا کمنٹیٹر بتا رہا تھا کہ اس بچے کی عمر دو منٹ ہے اسے انڈے سے باہر آئے ہوئے صرف دو منٹ ہوئے ہیں لیکن اسے درندے کا بھی پتہ ہے اس سے لاحق خطرے کا بھی احساس ہے اور اپنی حفاظت کے لئے گھاس کے پودے کے ساتھ بے حس وحرکت ہو کر بیٹھ رہنے کے طریقے کا بھی علم ہے تو یہ وہ فطری علوم ہیں جو فطری ضروریات کے پورا کرنے کے لئے اللہ کریم جانوروں اور انسانوں میں فطرتاً ڈال دیتے ہیں سو کھانا پینا' لباس کی ضروریات' گرمی سردی سے بچاؤ' رشتے ناطے یہ سارے انسان جانتے ہیں۔

اللہ کی ذات کے بارے جاننا اسکی صفات سے آشنائی' روح اور اسکے حقائق جاننا' آخرت اور عالم بالا کی خبر' موت مابعد الموت' حشر ونشر' قیامت کی باتیں یہ سب فطری طور پر سمجھ نہیں آتیں انکے لئے تعلیمات

الٰہیہ کی ضرورت ہوتی ہے اور ان تعلیمات کا مصدر نبی ؑ کی ذات ہوتی ہے بنیادی طور پر نبیؑ ہی وہ ہستی ہے جس پر سارے علوم وارد ہوتے ہیں اور وہی تقسیم بھی فرماتا ہے۔

اولیاء اللہ کو باتباع نبوت نبی ؑ کی برکات نصیب ہوتی ہیں اُن کے قلوب میں انوارات وتجلیات قلوب انبیاء سے آتی ہیں اس طرح قلب نبیؑ سے آنے والی برکات ان علوم کے بعض حصے بھی لاتی ہیں اور ان علوم کے حصول کا طریقہ القاء الہام یا وجدان کہلاتا ہے۔

انبیاء پر وحی نازل ہوتی ہے اور وحی کے طریقوں میں ہی القاء الہام اور وجدان بھی ہے ان طریقوں سے علوم الٰہیہ حاصل ہوتے ہیں اولیاء اللہ کو بھی ان طریقوں سے یعنی القاالہام اور وجدان سے علوم نبوت یعنی انبیاء کے عطا کردہ علوم حاصل ہوتے ہیں لیکن فرق یہ ہوتا ہے کہ نبیؑ کو ان طریقوں کے ذریعے جو علم حاصل ہوتا ہے اور نبیؑ کو جو سمجھ آتی ہے اس میں کبھی غلطی نہیں لگتی اور نہ ہی شیطان اس میں مداخلت کرسکتا ہے کہ نبیؑ میں وہ استعداد ہوتی ہے کہ نبیؑ سے بھول چوک نہیں ہوتی انہیں غلطی نہیں لگتی اس لئے کہ نبیؑ کے علوم پر پوری اُمت کی آخرت کا مدار ہوتا ہے۔نعوذ باللہ اگر نبیؑ کو غلطی لگے تو اس کا مطلب ہے پوری امت اس غلطی میں نبیؑ کے ساتھ ہوگی اور سارے لوگ غلط راستے چلیں گے لہٰذا نبیؑ کو ایسی استعداد دی جاتی ہے جس میں غلطی کا امکان نہیں ہوتا۔سو مقصود حصول علم ہے ذرائع مختلف ہوتے ہیں بنیادی طور پر یہ سب طریقے نبیؑ کی خصوصیت ہوتے ہیں اولیاء اللہ کو باتباع نبیؐ عطا ہوتے ہیں۔

القاء اس طرح ہوتا ہے جس طرح کوئی چیز منعکس کی جاتی ہے یا اوپر سے یا دور سے روشنی ڈالی جاتی ہے اس طرح کی کیفیت وارد ہو تو اسے القاء کہا جاتا ہے اور اس میں جو بات اللہ کریم تعلیم فرمانا چاہتے ہیں وہ بات اس میں پہنچ جاتی ہے گویا القاء ایک انعکاسی عمل ہے جس میں کوئی بات دل میں من جانب اللہ آجائے۔

الہام ۔اگر واضح الفاظ پہنچیں تو انہیں الہام کہا جاتا ہے یعنی کسی بات یا کسی خبر کے واضح الفاظ دل میں آجائیں اللہ کی طرف سے دل میں واضح بات آجائے تو وہ الہام ہوگا۔

وجدان ۔ دل اپنے محسوسات کی وجہ سے کسی بات کی گواہی دینے لگتا ہے کہ یہ ایسے ہے اور ایسے نہیں ہے یعنی دل از خود کسی بات کی صحت یا عدم صحت کے بارے گواہی دے تو اسے وجدان کہتے ہیں یہ حصول علم کے ذرائع ہیں اور یہ جب باتباع نبوت اولیاء اللہ کو نصیب ہوتے ہیں تو ان کا مقصد بھی عظمت نبوت ہی ہوتا ہے جیسے موسیٰؑ کی والدہ کو اللہ نے حکم دیا کہ بچے کو دریا میں ڈال دیں اوحینا الیٰ امر موسیٰ حالانکہ اُم موسیٰ نبی نہیں تھیں اور اوحینا سے مراد وہ وحی نہیں تھی جو وحی انبیاء پر نازل کی جاتی ہے لیکن چونکہ یہ بات اللہ کریم کی طرف سے پوری قوت کیساتھ اُن تک پہنچا دی گئی اس لئے اُسے بھی اللہ کریم نے وحی کہا ہے حالانکہ وحی نبیؑ کی خصوصیت ہے اور وہ نبی نہیں تھیں نہ ہی کوئی خاتون کبھی نہیں ہوئیں اس طریقے کو الہام کہا جاتا ہے اس الہام کا مقصد موسیٰؑ کی تربیت تھی بات تو اُم موسیٰؑ کو پہنچائی گئی لیکن مقصد موسیٰؑ کی تربیت تھی اسی طرح حضرت مریمؑ سے فرشتے نے مجسم ہوکر انسانی شکل میں آکر بات کی اور اللہ کی بات پہنچائی تو وہاں بھی مقصد آنے والے نبیؑ کے لئے راستہ بنانا تھا تو انہیں الہام کا شرف نبیؑ کے حوالے سے حاصل ہوا اس لئے کہ مقصد اُن سے بات کرنا نہیں تھا عیسیٰؑ کی تربیت تھا لہٰذا یہ تمام ذریعے حصول علم کے ہیں اور اللہ کیطرف سے علم پہنچانے کے یہ مختلف انداز ہیں۔

وحی کے بھی مختلف انداز ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ جلوہ افروز تھے کہ ایک شخص سامنے آکر بیٹھ گیا اور گھٹنوں کے ساتھ اپنے گھٹنے لگا دیے اور سوال کیا ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ایمان کی تفصیل بتائی اور اس نے تصدیق کی پھر پوچھا اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارکان اسلام بتائے اور پھر اس نے تصدیق کی پھر پوچھا احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ

نے احسان کی کیفیت بیان فرمائی اس نے تصدیق کی چند اور سوال کئے آپ ﷺ نے جواب ارشاد فرمائے پھر وہ شخص چلا گیا تو آپ ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا یہ کون تھے؟ صحابہؓ نے عرض کی اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ جبرائیل امین تھے اور تمہیں تمہارا دین سکھا رہے تھے۔ یعنی اُن کا انسانی شکل میں آ کر آپ ﷺ سے سوال جواب کرنے کا مقصد نبی کریم ﷺ تک بات پہنچانا نہیں تھا بلکہ صحابہؓ کو تعلیم دینا تھا۔ تو یہ تمام ذرائع ترسیل علم اور تحصیل علم کے لئے ہیں اور انکی بنیاد اللہ کا نبیؐ ہے۔ انہی میں مشاہدہ یا کشف بھی ہے کشف یا مشاہدے میں حجابات ہٹا دیئے جاتے ہیں۔

ان تمام ذرائع میں ایک بنیادی بات ہے کہ کشف ہو یا مشاہدہ القا والہام ہو یا وجدان یہ اگر شریعت کے مطابق ہوں تو درست ورنہ مردود ہے یہ نہایت اہم بات ہے کہ ان ذرائع کے ذریعے جب نبیؐ کو علم عطا کیا جاتا ہے تو نہ تو اُنؐ کے سمجھنے میں کسی غلطی کا امکان ہوتا ہے اور نہ ہی شیطان اس میں مداخلت کر سکتا ہے لیکن جب بات ولی اللہ کی آتی ہے تو پہلی شرط یہی ہے کہ نبیؐ کے ارشادات عالی کے مطابق ہو اس سے متصادم نہ ہو اگر نبیؐ کے احکام سے ٹکرائے گا تو ولی کا کشف باطل ہوگا نبیؐ کی بات قائم رہے گی کیونکہ ولی کو سمجھنے کی وہ قوت نصیب نہیں ہوتی جو نبیؐ کو ہوتی ہے اور اُسے شیطانی القا اور مداخلت سے وہ تحفظ حاصل نہیں جو نبیؐ کو حاصل ہے دوسری ضروری بات یہ ہے کہ کسی بھی صاحب کشف ولی کے کشف کا دوسرا بندہ مکلف نہیں ہوتا یہ صرف نبیؐ ہے جس کے کشف کی مکلّف ساری اُمت ہوتی ہے یہ منصب صرف انبیاءؑ کا ہے ولی کا یہ مقام نہیں بڑے سے بڑا صاحب کشف ولی اللہ ہو تو اس کا کشف اسکی اپنی ذات کی رہنمائی کیلئے ہے وہ ذاتی طور پر تو رہنمائی لے سکتا ہے دوسروں کی رہنمائی اپنے کشف سے نہیں کر سکتا کہ یہ مقام صرف نبیؐ کا ہے۔

ہمارے ہاں یہ رواج ہو گیا ہے کہ صاحب کشف اظہار کرتے پھرتے ہیں اور لوگ ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ فلاں بات بتاؤ فلاں دیکھ کر بتاؤ اور وہ بتا کر خوش ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کی باتیں جانتا ہے تو یہ سب خرافات ہیں جو بتا رہا ہے خود اس کا ایمان بھی خطرے میں ہے اور کے بتانے پر جو یقین کرتے ہیں ان کا ایمان بھی خطرے میں ہے کہ یہ ایک طرح سے دعویٰ نبوت میں شراکت ہے کہ نبیؐ کیطرح وہ اپنے مشاہدات پر دوسروں کے فیصلے سنا رہا ہے یہ بہت بڑا جرم ہے، ایسا کرنا بڑی دیدہ دلیری ہے اور گستاخی ہے یہ کوئی جوتش، نجوم یا رمل نہیں یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ بندہ آنکھیں موند کر بیٹھ جائے اور کہے کہ یہ کشف ہو رہا ہے وہ ہو رہا ہے اب تمہیں اس کے مطابق یہ کرنا چاہیے وہ کرنا چاہیے یہ معمولی جرم نہیں ہے بڑی گمراہی ہے اگر کسی کو کشف ہے تو وہ اس سے اپنے کردار کی بہتری کیلئے اپنے اعمال کی اصلاح کے لئے رہنمائی حاصل کرے لیکن کسی دوسرے کو بتانے کی ضرورت نہیں کوئی دوسرا کسی بندے کے کشف کو ماننے کا مکلف ہی نہیں آپ میری وہی بات مانیں گے جو میں آپ کو قرآن سے نبی کریم ﷺ کی شریعت کے حوالے سے بتاؤں گا یعنی کوئی شیخ، پیر، استاد یا مولانا اپنی بات منوانے کا مجاز نہیں اللہ کی بات اور اللہ کے رسول ﷺ کی بات لوگوں تک پہنچانا اس کی ذمہ داری ہے اور لوگ بھی اسکی بات اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بات سمجھ کر مانیں گے اگر مجھے کشف و مشاہدہ ہے تو اس سے آپ کو غرض نہیں اور اگر آپ کو ہے تو مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ یہ اللہ اور اس کے بندے کے درمیان معاملہ ہے اللہ جانے اور اس کا بندہ جانے۔ میں اس چیز کی بہت تردید کرتا ہوں لیکن چونکہ مزاجوں میں کمزوری ہے اللہ پر اعتبار کرنے کو جی نہیں چاہتا لوگ ایک ایسی ہستی کو جو انکی سوچوں سے بالاتر ہے اور انکی نظروں میں آنے والی نہیں اُسے کیسے مانیں اس کے لئے بڑا مضبوط ایمان چاہیے محمد رسول اللہ ﷺ کیساتھ بڑا مضبوط تعلق چاہیے جتنا مضبوط یہ تعلق ہوگا اتنی ہی قوت دے گا کہ اللہ کو مانا جائے۔

ہم میں بہت سی کمزوریاں ہیں اس وجہ سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ فلاں ساتھی کو کشف ہوتا ہے اس سے پوچھتے ہیں یہ پوچھنا بھی جرم ہے اس ساتھی کا بتانا بھی جرم ہے بلکہ اتنا شدید جرم ہے کہ ہوسکتا ہے کہ ایمان خطرے میں پڑ جائے۔ ساتھیوں نے بھی دیکھا میں نے آپ سے زیادہ دیکھا کہ لوگ پندرہ پندرہ، بیس بیس سال حضرتؒ کے ساتھ رہے ذکر کرتے رہے پھر کیوں گمراہ ہو گئے۔ ذکر اذکار کرتے رہے کیفیات محسوس کرتے رہے پھر کیوں بھٹک گئے؟ جتنے لوگ حلقہ ذکر سے خارج ہوئے انکے حالات پر غور کریں، بیشک اُن سے مل کر پوچھ لیں، خود سوچ لیں اس ساری گمراہی کا سبب کسی نہ کسی کا کشف ہوگا کسی کو کشفاً یہ سمجھ آئی پھر دوسرے کو بتانا اور اُسے ماننے پر مجبور کرنا یہ دونوں باتیں ایسے ہیں جیسا کشف والا نبوت کا دعویٰ کر رہا ہو اور ماننے والا اُسے نبی مان رہا ہو کیونکہ یہ منصب نبوت ہے یہ نبی کا مقام ہے کہ وہ بتائے کہ اُسے اللہ کی طرف سے وحی آئی ہے اور تم سب کو اس پر عمل کرنا ہے۔

کوئی بھی غیر نبی یہ دعویٰ کرے کہ اُسے کشفاً یہ سمجھ آرہی ہے اب سب اس کی بات مانیں تو یہ دعویٰ نبوت کی طرح ہے علما فرماتے ہیں بدعت بھی دعوی نبوت جیسا جرم ہے کہ کوئی کام جسے کرنے کا حضورﷺ نے حکم نہیں دیا جسے آپﷺ نے نیکی نہیں بتایا اُسے ثواب سمجھ کر اختیار کیا جائے تو یہ بدعت ہوگی۔ بدعت کے لغوی معنی ہیں نیا کام قرآن کریم میں اللہ کریم فرماتے ہیں۔ بدیع السّمٰوٰت...... اللہ نے عدم سے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا یعنی کچھ بھی نہیں تھا تو اللہ نے نئے سرے سے آسمان اور زمین بنائے۔ بدعت کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ خود سے ایجاد کردہ اپنے کسی عمل کو ثواب یا عبادت قرار دیا جائے جبکہ وہ نبی کریمﷺ سے ثابت نہ ہو۔ تو علماء کے نزدیک بدعت کو ایجاد کرنے والا بھی گویا نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے کہ نعوذ باللہ نبی کریمﷺ نے تو بتایا نہیں لیکن اس کو زیادہ پتہ ہے کہ یہ دین ہے اس لئے علماء حق لکھتے ہیں کہ بدعت میں مبتلا لوگوں کو توبہ کی توفیق بہت کم ہوتی ہے۔ لاکھ سمجھاتے رہو تو بھی کوئی بڑا ہی خوش نصیب ہوگا جو بدعت سے توبہ کر جائے ورنہ اُسے توبہ کم ہی نصیب ہوتی ہے

اسی طرح کسی کو کشف ہو، مشاہدہ ہو، الہام ہو یا القاء ان میں پہلی بات یہ ہے کہ نبی کا علم یقینی ہے باتباع نبیؐ کسی کو یہ نعمت ملی ہے تو اسکی شرط ہے کہ وہ نبیؐ کے احکامات کے مطابق ہو اُن سے متصادم نہ ہو اس لئے کہ اس کے مشاہدے میں ہوسکتا ہے شیطان کوئی تصویر پرنٹ کردے ہوسکتا ہے وہ سمجھنے میں غلطی کھا رہا ہو دوسری بات یہ ہے کہ کشف اگر شریعت کے مطابق بھی ہو تو بھی صاحب کشف ہی اس پر عمل کا مکلف ہے کوئی دوسرا مکلف نہیں لہٰذا کسی صاحب کشف سے پوچھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

علم کا منبع نبی کریمﷺ کی ذات ستودہ صفات ہے اللہ کی طرف سے بات پہنچانے کے یہ مختلف ذرائع ہیں، مختلف انداز ہیں ان کا مقصد تربیت ہے۔ القاء الہام کشف اور وجدان نام ہیں ان طریقوں کے اُن انداز کے جنکے ذریعے تربیت کی جاتی ہے۔

.........☆☆☆.........

نظم

الٰہی میری روٹھی ہوئی تقدیر جگا دے
بیتاب یہ دل ہے اسے میداں کا پتہ دے
سننے کی جو قوت مجھے بخشی ہے خدایا
پھر نعرہ تکبیر کی ۔گونجیں بھی سنا دے
جنت کا ہے جو رستہ یہ ضلال سیوف
مجھ کو بھی مولا سائے میں تلواروں کے سلا دے
حوروں کی نہ غلماں کی نہ جنت کی طلب ہے
فردا قیامت شرمندگی محشر سے بچا دے
حیدر کو بھی اب جذبہ حسین عطا کر
جو پونجی ہے پاس اسکے وہ میداں میں لٹا دے

☆.........محمد ذوالقرنین حیدر

ولی اللہ کی پہچان

"یہ جو معیار ہم نے بنا لیا ہے کہ فلاں بزرگ کے پاس گئے تو ہمیں اتنا دنیوی فائدہ ہوا اگر فائدہ ہوا تو یہ رب کی مرضی اور اگر نقصان ہوا تو یہ بھی میرے رب کی مرضی لیکن اس کے پاس جانے سے اگر تمہیں وہ کیفیت نصیب ہو کہ اللہ پر اعتراض کی بجائے اللہ کی اطاعت آجائے، اللہ کے رسول کے احکام چھوٹنے سے دل پر ٹھیس لگے تو یہی ولی اللہ ہے۔"

ماخوذ از

"تعلیمات و برکات نبوت ﷺ"

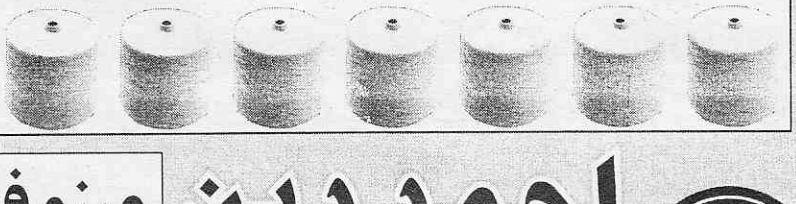

تعاون

احمد دین

ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

مینوفیکچررز آف پی سی یارن

پل کوریاں، سمندری روڈ فیصل آباد فون 041-2667571-2

یقین آخرت

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 14-12-2002

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم o

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ o

طٰسٓ تِلکَ اٰیٰتُ الْقراٰنِ وَ کِتَابٍ مُّبِینo

ھُدًی وَّبُشرٰی لِلمومنینo اَلَّذِینَ یُقِیمُونَ الصَّلٰوۃَ وَیُوتُونَ

الزَّکٰوۃَ وَھُم بِالاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوقِنونo اِنَّ الَّذِینَ لَا یُومِنُونَ

بِالاٰخِرَۃِ زَیَّنَّا لَھُم اَعمَالَھُم فَھُمْ یَعمَھُونَo اُولٰٓئِکَ الَّذِینَ

لَھُم سُوٓءُ الْعَذَابِ وَھُمْ فِی الاٰخِرَۃِ ھُمُ الاَخسَرُونo

اَللّٰھُمَ سُبحَانَکَ لَا عِلمَلَنَا اِنَّکَ اَنتَ العَلِیمُ الحَکِیم.

مُولایاَ صَل وسلم دائماً ابداًعلٰی حبیک مَنْ ذَانْتَ بہ

العصُرواo

سورہ نمل شروع ہوتی ہے انیسویں پارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ یہ قرآن کی آیات ہیں جوایک کھلی کتاب ہے۔ کتاب مبین۔ ہر موضوع پر بات کاواضح راستہ بتانے والی ھُدیٰ صحیح ترین راستہ بتانے والی دنیا میں بے شمار کتب لکھی گئیں۔ اور ایک ایک انسانی موضوع پر صحت ایک انسانی شعبہ ہے۔ لیکن صحت کے آگے بے شمار شعبے ہیں ناک۔ کان اور گلے کی بیماری ہے۔ دماغ کی الگ ہے۔ دانتوں کا شعبہ الگ ہے، ہڈیوں کا شعبہ الگ ہے۔ جسم کے مختلف حصوں کے مختلف ماہرین ہیں اور اس ایک شعبے پر اتنی کتابیں لکھی جاتی ہیں کہ لائبریریاں بھری ہوئی ہیں۔ لیکن کوئی بھی کتاب اُس ایک شعبے پر حرف آخر نہیں۔ حالانکہ صرف ایک انسانی صحت کے موضوع کو مزید کتنے شعبوں میں بانٹا گیا اور ہر شعبے پر لاکھوں کیا کروڑوں کتابیں لکھی گئیں۔ اس کے باوجود جب نئی تحقیق سامنے آتی ہے تو وہ کتاب حرف آخر نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک نیا علاج ایک نئی مرض آجاتی ہے ایک نیا علاج دریافت ہو جاتا ہے۔ اس طرح زندگی کے لامحدود موضوعات پر اتنی کتابیں لکھی گئیں جنہیں کوئی گن نہیں سکتا لیکن عجیب بات یہ ہے کہ کوئی بھی کتاب حرف آخر نہیں ہے۔ سائنس نے بے شمار اصول وضع کئے اور عجیب بات ہے کہ پھر سائنس نے ہی ان کی تردید کی اور ان کی جگہ نئے اصول پیش کئے۔ قرآن حکیم کا یہ اعجاز ہے کہ حقیقی کتاب ہے، ہی قرآن کریم جس میں زندگی، زندگی سے پہلے، زندگی کے بعد، موت، حشر، مابعدالموت کے سارے موضوعات کو سمیٹ دیا ہے۔

یہ قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ کوئی موضوع اس پر تشنہ نہیں چھوڑا اور ہر موضوع پر جو بات کی ہے وہ حرف آخر ہے۔ اب اس کے علاوہ کسی تحقیق سے کوئی بات ثابت نہیں ہوتی۔ یہ ایسی عجیب بات ہے کہ یہ اعجاز صرف قرآن حکیم کو حاصل ہے ورنہ دنیا کی کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جو یہ دعویٰ کر سکے۔ اسکی برکات میں سے یہ ہے کہ کل آپ نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا بچہ حافظ قرآن بن گیا۔ اور ساری کتاب اس کے سینے میں اس کے دل میں محفوظ ہوگئی۔ آپ دنیا کا کوئی چھوٹا سا کتابچہ کسی کو از بر یاد کرادیں۔ ہو بہو یاد نہیں رہے گا۔ کہیں کوئی مفہوم چھوٹ جائے گا کہیں کچھ الفاظ رہ جائیں گے لیکن قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ یہ شروع سے آخر تک لفظ بہ لفظ یاد ہو جاتا ہے سینوں میں اور دلوں

میں صدیاں بیت گئیں۔ قرآن کا یہ اعجاز قائم ہے۔ کہ یہ انسانی سینوں میں انسانی دلوں میں محفوظ ہو جاتا ہے بچے یاد کر لیتے ہیں اور بوڑھوں کو باقی باتیں بھول جاتی ہیں قرآن نہیں بھولتا۔

دنیا کے ہر موضوع کو زیر بحث لایا ہے۔ بندے کی تخلیق، خالق کی ذات اور اسکی صفات، بندے اور خالق کے تعلقات، اللہ نے اپنے ذمے کیا کیا لیا ہے۔ بندے کے ذمے کیا کیا ہے۔ کس طرح وہ نعمتیں بانٹتا ہے اور کس طرح بندے کو شکر ادا کرنا چاہئے بندے کے بندے سے معاملات اتنا وسیع علم ہے کہ اس میں ادب بھی ہے اس میں خرید و فروخت بھی ہے اس میں سیاست بھی ہے اس میں زندگی کے سارے امور ہیں۔ ہر بات کا حتمی فیصلہ دینا۔ ایسا جو روئے زمین پر بسنے والی اقوام عالم کیلئے قابل قبول اور قابل عمل ہو۔ یہ اعجاز صرف قرآن حکیم کا ہے تو فرمایا قرآن کتاب مبین ہے یعنی ہر بات کو واضح کرنے والی وَھُدی اور ہر کام کے کرنے کا صحیح طریقہ وبشری لِلْمومنین اور اپنے ماننے والوں کو خوشخبری دینے والی قیامت وحشر تو دور کی بات ہے اپنے ماننے والوں کو اسی زندگی میں اللہ کی رضا مندی کی بشارت اور خوشخبری دیتا ہے۔ آگے مومنین کی تعریف فرمائی۔ اَلَّذِینَ یُقِیمُونَ الصَّلٰوۃَ وَیُوتُونَ الزَّکٰوۃَ وَھُم بِالاٰخِرَۃِ ھُم یُوقِنُون ایسے لوگ جو عبادات پہ کمر بستہ رہتے ہیں۔ وَ یُقِیمُونَ الصَّلٰوۃ ۔عبادت کو قائم کرتے ہیں اور عبادت کو قائم کرنے کے معنی میں یہ بھی آتا ہے کہ نہ صرف خود عبادات کی پابندی کریں بلکہ اپنے ماحول کو عابد بنائے جہاں رہے، جہاں بسے، جن سے معاملات کرے، جہاں زندگی کے دوسرے معاملات کرے وہاں یہ تلقین بھی کرے، نماز کو عبادت کو قائم کرے، قائم کرنا صرف یہ نہیں ہوتا کہ خود ادا کرتا رہے خود تو ادا کرنا ہی ہے اس پر فرض ہے دوسرے جو اپنے فرائض بھول چکے ہیں ان کو بھی یاد دلاتا رہے اس کے قیام کا سبب بنے گا مومن کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کے قیام کا سبب ہوتا ہے جہاں جاتا ہے وہاں وہ عطر بیش ہزارے کے جاتا ہے اور دوسروں کو بھی معطر کرتا جاتا ہے۔ بخاری شریف میں ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ نیک آدمی کی صحبت اور بدکار کی صحبت اس طرح سے ہے کہ نیک آدمی کے پاس بیٹھنا گویا آپ عطار کی دوکان میں بیٹھے ہیں ہوسکتا ہے آپ عطر خرید کر اٹھیں۔ اگر آپ نہ خریدیں تو ہو سکتا ہے کوئی تحفے میں آپ کو دے دے کسی روئی کو لگا کر ہی دے دے۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو جتنی دیر بیٹھے رہیں گے اتنی دیر تو دماغ معطر رہے گا۔ لیکن بے دین کی صحبت ایسے ہے جیسے لوہار کی بھٹی اور ہوسکتا ہے کہ آپ دامن جلا کے ہی اٹھیں۔ کوئی چنگاری آپ پر اُڑ کر پڑ جائے کوئی چھینی ہتھوڑا اڑ کر لگ جائے اور سر پھوڑ جائے۔ کچھ بھی نہ ہوا تو جتنی دیر آپ بیٹھے رہے اتنی دیر دھواں اور اسکی تپش پہنچتی رہے گی۔ تو جس طرح بدکار سے بدی پھیلتی ہے اسی طرح نیک انسان سے نیکی کو پھیلنا چاہیے۔

ہماری کمزوریاں ہیں کہ ہم دین کے شعبوں کو بانٹ لیتے ہیں اور ایک شعبے کو دین سمجھ لیتے ہیں۔ یہی دین ہے بس یہی فریضہ ہے یہ الگ بات ہے کہ ایک آدمی میں استعداد ہی اتنی ہوتی ہے کہ وہ ایک شعبے میں کام کر سکتا ہے لیکن دوسرے شعبوں کو معمولی نہیں سمجھنا چاہئے یہ ضرور کہنا چاہئے کہ یہ کام بھی کرنا ہے اور مجھ سے ہی ہوتا ہے دوسرا کہیں اور سے کر لے۔ اب جو درس و تدریس میں ہے وہ کہے گا کہ یہ تبلیغ تو محض آوارہ گردی ہے اور جو تبلیغ کرتا ہے وہ کہے گا کہ جی مدرسے میں بیٹھنا تو وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے' جو ذکر کرتا ہے وہ یہ سوچے گا کہ جو نہیں کرتا یہ تو بڑا فضول آدمی ہے۔ جو نہیں کرتا وہ سوچے گا یہ پاگل ہیں۔ ایسا نہیں ہے اگر کسی کو اللہ نے کسی ایک شعبے میں زیادہ کام کرنے کی توفیق دی ہے تو دوسرے شعبوں کی اہمیت کم

نہیں ہو جاتی۔ اور اگر کسی میں ایک ہی شعبے میں کام کرنیکی ہمت ہے اور عموماً اکثریت افراد کی ایسی ہی ہوتی ہے جو صرف ایک شعبے میں کام کر سکتے ہیں۔ بہت کم ایسے لوگ ہوتے ہیں جو متعدد شعبوں میں کام کرتے ہیں۔تو جس شعبے میں بھی دین کی خدمت کی سعادت نصیب ہوتو دوسرے شعبوں کی اہمیت کو کم نہیں سمجھنا چاہئے۔ فرمایا اقامت الصلوٰۃ کرتے ہیں یعنی عبادات کو قائم کرتے ہیں۔ وَیوُتوُنَ لز کوٰۃ اور مال کو اللہ کا مال سمجھتے ہیں۔ زکوٰۃ اس لئے دی جاتی ہے کہ ہمیں یقین ہو کہ یہ اللہ کا مال ہے' میرا نہیں ہے اور اس نے حکم دیا ہے کہ اسکا اتنا حصہ مساکین میں سال میں بانٹ دو۔ میں بانٹ رہا ہوں اب باقی جو ہے جو میری صوابدید پہ چھوڑا ہے اسکے مصارف بتا دیئے ہیں کہ یہاں خرچ کر سکتے ہو۔ یہاں نہیں کر سکتے۔ لہذا زکوۃ کی ادائیگی کا اثر یہ ہونا چاہئے۔ کہ جو باقی مال اپنے پاس ہے وہ بھی ناجائز امور پہ صرف نہ ہو۔ پھر سب سے بڑی بات یہ کہی وَھُم بالاَخِرۃِ ھُم یوُقنُون ۔آخرت پر پکا یقین رکھتے ہیں۔ اب بھلا جو عبادت بھی کرتا ہے زکوۃ بھی ادا کرتا ہے۔ عبادات میں ساری عبادتیں آجاتی ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوۃ بھی ادا کرتا ہے تو اسلام پر عمل ہی اس لئے کر رہا ہے کہ آخرت کو مانتا ہے۔ لیکن اللہ کریم فرماتے ہیں کہ آخرت کو صرف ماننا ہی کافی نہیں ہے بلکہ آخرت پر یقین مطلوب ہے۔ جس میں کوئی شک کی گنجائش نہ ہو۔

اِنَّ السَّاعَتہ اتیتہُ لَاریبَ فِیھاَ قرآن کے بارے فرمایا ذٰلِکَ اُلکتاب لَاریب فیھہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی کسی بات میں شک کی رائی برابر گنجائش نہیں۔ آپ کہتے ہیں بہت ہی ہلکا سا کھٹکا جو شک سے کمتر ہو۔ یعنی شک کا بہت ہی تھوڑا سا درجہ۔ وہ شک نہ ہو یعنی شک کا بہت ہی تھوڑا سا درجہ فرمایا اس میں اسکی بھی گنجائش نہیں اور قباحت کے بارے فرمایا کہ ان الساعتہ ایتۂ ۔قیامت آنیوالی ہے لاریب فیھا اس میں رائی برابر اندیشہ کرنے کی گنجائش نہیں۔ یقین آخرت ایک ایسی چیز ہے کہ انسانی کردار کی تعمیر میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ انسانی اعمال کو صحیح کرنے میں بنیادی کردار ہی آخرت کا ہے کہ کوئی بھی کام کرتے وقت اسکی نگاہ آخرت کی طرف ہو کہ کہیں دینوی فائدے کی خاطر میں آخرت ضائع تو نہیں کر رہا۔ آخرت ایک دائمی ابدی اور ختم نہ ہونیوالی زندگی ہے جبکہ دنیا کی زندگی وقتی اور لمحاتی ہے۔ آخرت کے فائدے جس کو نصیب ہونگے وہ اس سے ہمیشہ کیلئے مستفید ہوگا۔

دنیا کے فائدے جسکو نصیب ہوتے ہیں ضروری نہیں کہ وہ ان سے مستفید بھی ہو۔ لوگ مال جمع کر لیتے ہیں تو ڈاکو لے جاتے ہیں جمع کر لیتے ہیں تو آگ جلا دیتی ہے جمع کر لیتے ہیں تو کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ پہننا نصیب نہیں ہوتا توفیق نہیں ہوتی۔ یعنی دینوی مال ومنال جسے مل بھی جاتا ہے ضروری نہیں کہ وہ اس سے فائدہ حاصل کر سکے۔ اور اگر کر سکے تو موت سارے مزے کر کرے کر دیتی ہے لیکن آخرت موت کے اندیشے سے بالاتر ہے ہمیشہ کی زندگی ہے اور جو نعمت کسی کو نصیب ہوگی وہ واقعی اس سے فائدہ حاصل کرے گا۔ یہ سارے پہلو جو آخرت کے ہیں، اگر ان پر یقین نصیب ہو جائے تو برائی سے بچنے کا بہت بڑا سبب بن جاتا ہے۔ ایک آدمی جب یہ اندازہ کرے کہ یہاں دس روپے کا فائدہ ہو رہا ہے لیکن آخرت کا کتنا بڑا نقصان ہو رہا ہے تو وہ دنیا کے لالچ کو چھوڑ دیتا ہے وہ کروڑوں کے فائدے کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس لئے اس پر زیادہ زور دیا گیا اسے پھر دہرایا گیا وَھُم بالاَخِرۃِ ھُم یوُقنُون آخرت پر یقین کامل رکھتے ہیں۔ میرے ساتھ کرنل محبوب خان تھے اور ہمارا ایک جگہ سے گزر ہوا وہاں ایک بہت بڑا عالم رہا کرتا تھا اسکا وصال ہو گیا۔ مسجد کے صحن میں اسکا مزار ہے۔ کرنل صاحب نے مجھے بتایا تو میں نے کہا چلو فاتحہ

پڑھتے ہیں ہم رک گئے مسجد میں گئے۔ ایک طرف کونے میں کچا سا مزار تھا۔تمام شرعی عادات کے ساتھ لیکن میں نے کہا کہ کرنل صاحب عجیب بات ہے قبر میں تو ظلمت ہے۔قبر میں تو روشنی نہیں۔ مجھے تو یہ خطرہ ہے کہ ایمان کی چمک بھی نظر نہیں آتی اعمال کی تو دور کی بات اب کرنل صاحب اس پر بضد تھے کہ اسکی وجہ کیا ہے تو دریافت کرنے پر وجہ یہ معلوم ہوئی فرمانے لگے کہ میں نے ساری عمر قرآن پڑھایا ہے اور اسکی تعبیر اور تفسیر پڑھائی ہے ساری عمر آخرت کا بیان کیا ہے اور اتنی میں نے اس پر تقریریں کی ہیں کہ میرے اپنے دل سے یقین اٹھ گیا ہے کہ اس بات کو دہراتے دہراتے آدمی **Used to** ہو جاتا ہے ایک بات کا۔ایک روٹین بن گئی وہ جو یقین کی کیفیت تھی وہ نہ رہی اور اس سے پہلے ہزاروں بار قرآن حکیم کی تلاوت نصیب ہوتی اور ہزاروں بار اس سے میں گزرا ہوں گا لیکن میرے ذہن میں اس طرح یہ نقش نہیں تھی اور میرے ذہن میں یہ بات کنندہ ہوگئی آخرت کے یقین کی کمی ایمان کے سلب کی سبب کیوں بنی تلاوت کر رہا تھا تو جب یہ آیت کریمہ سامنے سے گزری **ان الساعۃ اتیۃ لاریب فیھا** چونکہ وہ بات پیچھے تھی تو وہ آیت اس طرح دل میں نقش ہوگئی کہ اسکے بعد یہ دل سے مٹی نہیں۔ کہ یقین محکم جو ہے آخرت کے ساتھ ایمان کی بنیاد یہی ہے اگر یہ بنیاد گر گئی تو ایمان ہی گیا۔ سارے اعمال گئے اور ایک بندہ بچپن میں مسجد میں گیا ساری عمر قرآن اور دینی علم پڑھتے گزار دی اور جو باقی بچی وہ پڑھاتے گزار دی۔ مسجد میں فوت ہو گیا۔ مسجد میں دفن ہو گیا۔لیکن یقین آخرت متزلزل ہوا تو سب کچھ چلا گیا۔

یہ جو آرام سے ہمارے دیہاتی بھائی کہہ دیتے ہیں ناں کہ وہ جی کس نے دیکھا ہے آگے کیا ہوگا صرف ایک جملہ زندگی بھر کے اعمال ضائع کرنے کو کافی ہے۔ نور ایمان کو بجھا دینے کے لئے یہ ایک جملہ کافی ہے اگر سارا جہان دیکھ کر آتا اور ہمیں بتاتا تو یقین نہ ہوتا جو محمد رسول اللہ ﷺ کے بتانے سے یقین حاصل ہونا چاہئے ساری دنیا دیکھ کر آتی اور بتاتی تو وہ یقین حاصل نہ ہوتا جو قرآن کے بتانے سے حاصل ہونا چاہئے یہ کہنا کہ دیکھ کر کون آیا اگر دیکھ کر کوئی آتا بھی تو کیا دیکھ کے آتا۔انسان جو ذرا دور سے دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ جی شیر کھڑا ہے اور ذرا آگے جاتا ہے تو جھاڑی ثابت ہوتی ہے روز روشن میں ہم کسی کا دامن پکڑ لیتے ہیں کہ بھئی کہاں جاتے ہو مڑ کر دیکھتے ہیں تو کہتے کہ جی میں بھول گیا میں نے سمجھا کہ فلاں آدمی ہے معاف کرنا کیا یہ روز نہیں ہوتا اور یہ آنکھیں اگر دیکھ کر بھی آتیں تو کیا دیکھ کر آتیں۔لیکن جو اللہ کے حبیبؐ نے فرمایا اس میں تو شک کی گنجائش نہیں اور جو خود اللہ نے بتا دیا اب کسی کے دیکھ کر آنے کی ضرورت کیا ہے بندہ مومن اپنے شب و روز میدان حشر میں بسر کرتا ہے ایمان کی خصوصیت یہ ہے ایمان کا خاصہ یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو ہر وقت میدان حشر میں کھڑا ہوا دیکھے، تب جو فیصلہ کرے گا وہ حق ہوگا اور اگر آخرت دل سے محو ہو گئی یا یہ بات آ گئی کہ خیر ہے پتہ نہیں کیا ہوگا ہے بھی یا نہیں ہے تو ذرا سا ادنیٰ سا درجہ جسے رَیب کہتے ہیں وہ بھی ایمان ضائع کر دیتا ہے۔اس لئے یہاں پھر تلقین فرمائی **وھم بالاخرۃ ھُم یُوقنون** آخرت پر پکا پختہ یقین رکھتے ہیں اور جو نہیں مانتے آخرت کو نہیں مانتے کتاب کو نہیں مانتے نبی کو نہیں مانتے اللہ کو نہیں مانتے فرمایا۔انہیں میں نرالی سزا دیتا ہوں **ان الذین لایومنون بالاخرۃ زینا لَھُم اَعمالَھُم فَھُم یعمَھُون** انہیں میں سزا ہی عجیب طرح سے دیتا ہوں کہ انہیں اپنی برائیاں اچھی لگنے لگتی ہیں۔ وہ ان پر فخر کرتے ہیں گناہ کرتے ہیں گناہ پر فخر کرتے ہیں برائی کرتے ہیں برائی پر فخر کرتے ہیں۔ انکی نگاہ میں وہ بڑا کمال ہوتا ہے اور فرمایا یہ میری طرف سے بطور سزا مسلط کیا جاتا ہے کہ یہ اسی میں بھٹکتا پھرے جب کسی کی برائی ایک حد سے بڑھ جاتی ہے تو اسے سزا یہ دی جاتی ہے

کہ وہ برائی ہی اسے اپنا کمال نظر آنے لگتی ہے اور اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسے توبہ کی توفیق نہیں ہوتی توبہ کی طرف خیال ہی نہیں آتا جب وہ سمجھ رہا ہے کہ میں برا کام کر رہا ہوں توبہ کیسے کرے گا۔ اور فرمایا یہ ایسے لوگ ہیں جنکے لئے بڑا ہی دردناک عذاب ہے اور انہیں پتہ چلے گا جب یہ میدان حشر میں آئیں گے کہ انہوں نے کتنے گھاٹے کا سودا کیا وَھُمْ فِی اْلاٰخِرَ ۃِ ھُمُ الاخسرُون صرف گھاٹا نہیں بلکہ بہت ہی بڑا گھاٹا ہے، آخرت دار بقا ہے اور جنت انسان کا گھر ہے۔

فرشتوں کے لئے جنت و دوزخ میں کوئی فرق نہیں ہے جو دوزخ میں ڈیوٹی کرتے ہیں انہیں دوزخ کا عذاب متاثر نہیں کرتا۔ جو جنت میں ڈیوٹی کریں گے انہیں جنت کی فضائیں کوئی فرحت نہیں پہنچائیں گے وہ ایک الگ طرح کی مخلوق ہے جو ان چیزوں سے ماورا ہے۔ شیاطین کا مقدر دوزخ ہے جنات کے بارے قرآن حکیم میں جو آیا وہ یہ ہے کہ اگر نیکی کرو گے تو جزا نہیں پاؤ گے برائی کرو گے تو سزا پاؤ گے کہیں قرآن میں یہ نہیں آیا کہ نیکی کرو گے تو تمہیں جنت ملے گی اس لئے علمائے حق کی رائے یہ ہے کہ جنات حساب کتاب کے بعد جو نجات پا جائیں گے انہیں ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے گا لیکن جو گناہ گار ہوں گے وہ اپنی مدت گناہ جہنم میں گزار دیں گے اور وہ عرصہ عذاب پورا کرنے کے بعد ختم ہو جائیں گے۔ وہ عرصہ عذاب کتنا ہے وہاں کی نعمتیں جس قدر عظیم ہیں عذاب بھی اس قدر عظیم ہیں تیسویں پارے میں ایک لفظ استعمال ہوا ہے حقبہ، حقبہ سو صدیوں کو کہتے ہیں یعنی سو سال کی ایک صدی ہوتی ہے اور سو صدیاں جمع ہو جائیں تو حقبہ کہتے ہیں تو بعض جرائم ایسے ہیں جن کی سزا حقبات میں ہیں۔ کہ وہ حقبے جہنم میں رہے گا۔ دس حقبے جہنم میں رہے گا اور پھر یہ ماہ و سال دنیا والے نہیں ہونگے آخرت والے ہونگے جن کے بارے ارشاد ہے ان یوماً عذابک کالف سنتہ مماتعدون آخرت کا اللہ کے نزدیک ایک دن گزرتا ہے جبکہ دنیا میں اس مدت میں ایک بڑا سال گزر جاتا ہے ہے حضرت عیسیٰؑ کا رفع آسمانی ہوا تو آپ بھرپور نوجوان تھے اب سنِ عیسوی کے مطابق دو ہزار برس سے زیادہ گزر گئے کیونکہ سن عیسوی عیسائیوں نے اس وقت شروع کیا لیکن ان کی عمر عزیز میں دو دن کا فرق پڑا ہوگا چونکہ وہاں ایک دن گزرتا ہے یہاں ہزار سال گزرتا ہے لہذا جب نزول فرمائیں گے تو وہی بھرپور جوانی ہوگی اور حدیث شریف میں ملتا ہے۔ کہ آپ شادی فرمائیں گے۔ زندگی گزاریں گے۔ وصال ہوگا روضہ اطہر میں دفن ہوں گے یہ صحیح احادیث میں موجود ہے۔

اللہ کی شان دیکھئے کہ کتنے اکابر دنیا سے گزرے۔ سیدنا عثمان غنیؓ حضرت علیؓ۔ حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ کتنے محبوب تھے اللہ کے رسول ﷺ کو لیکن کسی کو چوتھی قبر کی جگہ نہیں ملی۔ حجرہ مقدس میں نبی کریمؐ کے مزار کے ساتھ سیدنا فاروق اعظمؓ آرام فرما ہیں اور ان کے ساتھ سیدنا ابوبکر صدیقؓ آرام فرما ہیں تین ہستیاں موجود ہیں ایک قبر کی جگہ باقی ہے اب حجرہ ہی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا تھا اس میں انہیں جگہ نہیں ملی حضرت عثمان غنیؓ کیلئے کوشش بھی لوگوں نے کی لیکن اختلاف پیدا ہو گیا اور آپ جنت البقیع میں دفن ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا وصال کوفہ میں ہوا۔ شہادت کوفے میں ہوئی اور تابوت مدینہ منورہ لے جایا جا رہا تھا راستے میں قذاقوں کی نذر ہو گیا انہوں نے خزانہ سمجھ کر لوٹ لیا۔ بندوں کو قتل کر دیا تابوت لے اڑے دیکھا ہوگا تو اندر حضرت علیؓ آرام فرما ہیں اب یہ پتہ نہیں انہوں نے کہاں دفن کر دیا تاریخ اس معاملہ میں خاموش ہے۔ فرضی مزار بنے ہوئے ہیں تاریخی طور پر ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علیؓ کس جگہ پر دفن ہیں۔ حضرت حسنؓ کی وفات ہوئی تو کوشش کی گئی لیکن اتفاق نہ ہو سکا تو جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ حضرت حسینؓ کربلا میں شہید ہوئے۔

شہدائے کربلا کے دفن کا ماجرا ہی عجیب ہے کہ وہاں صرف وہ لوگ تھے یا مارنے والے یا مرنے والے۔ مرنے والے مر گئے۔ ان کے اہل خاندان کو قیدی بنا کر یا پکڑ کر لے جایا گیا اور شہدا کے لاشے رہ گئے جو بعد میں چرواہوں کو پتہ چلا کہ یہاں یہ ظلم ہوا ہے اور شہدا پڑے ہیں۔ تو انہوں نے تمام لاشے اکٹھے کر کے ایک بہت بڑی قبر تیار کر کے سب کو یکجا دفن کر دیا۔ اب جو الگ الگ مزار بنے ہیں کربلا کے انکی سند کسی کے پاس نہیں۔ کہ یہ حضرت حسنؓ کا ہے حضرت عباسؓ کا ہے یہ فلاں کا ہے یہ فلاں کا ہے یہ سب فرضی ہیں تاریخی اعتبار سے سب کو یکجا سب کو ایک جگہ دفن کر دیا گیا اجتماعی قبر میں اور وہ بھی ارد گرد کے چرواہوں نے مل کر یہ کام انجام دیا تو اللہ کی شان ہے کہ وہ فرمودہ نبی کریم ﷺ کے مطابق چوتھی قبر کی جگہ خالی رہی۔

احادیث میں یہ بھی ملتا ہے کہ ہم اس طرح اٹھیں گے کہ ایک طرف میں ہونگا اور دوسری طرف عیسیٰؑ اور درمیان حضرت ابوبکر و عمرؓ ہوں گے یہ بھی صحیح حدیث میں موجود ہے کہ حضرت عیسیٰؑ دنیا میں جلوہ گر ہوں گے جہاد کریں گے اسلام نافذ کریں گے شادی کریں گے۔ زندگی بسر کریں گے۔ وصال ہوگا اور روضہ اطہر میں دفن ہونے کی سعادت نصیب ہوگی اور اصدق الصادقینؐ کے ارشاد کے مطابق وہ جگہ خالی ہے اُخروی زندگی زندگی کا کمال ہوگا کہ دنیا میں روح بدن کے تابع ہے بظاہر مکلّف بدن ہے مخاطب بدن ہے موسم بدن پر اثر کرتے ہیں غذائیں بدن پہ اثر کرتیں ہیں لیکن بالواسطہ بدن کے واسطہ سے ہر ہر بات روح کو بھی متاثر کرتی ہے۔ ہر بات کا ایک نقش بنتا ہے روح پر۔ حضرت جیؒ نے مراقبات ارواح اگر پہلے کرائے بھی تھے تو پھر حضرت جیؒ نے خود ہی بند کروا دیے۔ اگر مراقبہ ارواح کرایا جائے اور انسانی ارواح کو دیکھا جائے تو بڑے بڑے شہروں میں گنتی کے چند لوگ انسانی شکل میں نظر آتے ہیں۔ بلکہ صوفیا تو یہ فرماتے ہیں کہ اگر حلال جانوروں کی شکل میں نظر آئیں تو یہ پتہ چلتا ہے کہ ان میں ایمان باقی ہے۔ ورنہ تو بندروں، خنزیروں سانپوں اور اژدھوں کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ انسانی آبادیوں کو اگر دل کی نگاہ سے دیکھا جائے تو خنزیروں، بندروں اور جنگلی درندوں کی شکلیں نظر آتی ہیں وہ روح کی شکلیں ہوتی ہیں جو کردار کی وجہ سے بگڑتی رہتی ہے اور جس برائی میں کوئی سبقت حاصل کر لیتا ہے وہ بُری خصوصیت جس بڑے جانور میں ہوتی ہے وہ شکل اس کی روح کو دے دی جاتی ہے اندر کی شکل اسکی اسطرح ہو جاتی ہے اور یہ بڑی بات ہے

اللہ کا بڑا انعام ہے کہ کوئی بظاہر انسان ہو اور اس کے اندر بھی انسان ہو، تو دنیا میں روح متاثر ہوتی ہے ہمارے ایک ایک جملے ایک ایک اقدام سے برزخ میں مخاطب بالذات بھی ہو جاتی ہے اور بدن پیچھے چلا جاتا ہے۔ بات روح سے ہوتی ہے خطاب روح سے ہوتا ہے جو موسم آخرت کے ہیں وہ روح پر اثر کرتے ہیں عذاب روح کو ہوتا ہے ثواب روح کو ہوتا ہے لیکن جس طرح دنیا میں روح بے نیاز نہیں تھی مرنے کے بعد بدن بھی بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ وہ جل جائے یا اسے کوئی درندہ بھی کھا جائے تو جہاں بھی اس کے ذرات ہیں اگر روح کو عذاب ہو رہا ہے تو وہ اس ایک ایک ذرے کو پہنچ رہا ہے اور اگر روح کو ثواب ہو رہا ہے تو وہ بھی ایک ایک ذرے کو پہنچتا ہے۔ یہ عام آدمی کی بات کر رہا ہوں وہ لوگ جنہیں اللہ نے کہا مردہ ہی نہ کہو ان کی بات الگ ہے' انبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مرتبہ الگ ہوتا ہے کہ انبیاء کی موت عام آدمی کی موت نہیں ہوتی۔ انبیا کی ارواح قبض نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کا رشتہ دنیوی ضرورتوں سے منقطع کر کے برزخ سے متعلق کر دیا جاتا ہے۔ میدان حشر میں زندگی کامل ہوگی کہ روح بھی مکلّف ہوگی اور بدن بھی مکلّف ہوگا جو کچھ ہوگا وہ روح بھی سنے گی بولے گی، محسوس بھی کرے گی اور بدن بھی سنے گا بولے گا اور محسوس کرے گا

حدیث شریف میں آتا ہے کہ روح اور بدن آپس میں جھگڑیں گے روح کہے گی اللہ سب اسکا کیا دھرا ہے تو گواہ ہے کہ جب تک میں اس میں نہیں تھی میں بالکل پاک صاف تھی ٹھیک ٹھاک تھی جب یہ مجھے ملا اس نے مجھے ساری برائیوں میں مبتلا کر دیا اور مجھ سے گناہ کروائے۔

بدن کہے گا یا اللہ جب تک یہ نہیں آئی تھی میں تو محض مٹی تھا۔ میں تو مشک غبار تھا اور زمین پہ بکھرا ہوا تھا۔ اس نے آکر سارا مجھ سے یہ سارا کچھ کرایا۔ تو حضورؐ فرماتے ہیں کہ اللہ کریم انہیں ایک نظارہ دکھائیں گے کہ دیکھو ایک باغ ہے نظر آئے گا اس میں پھل پکے ہوئے ہیں اب دو بندے ہیں ایک مضبوط قد کاٹھ کا ہے لیکن اندھا ہے، دوسرے کی آنکھیں صحیح ہے لیکن دھڑ بیکار ہے وہ اٹھ بیٹھ نہیں سکتا۔ نچلا دھڑ بے کار ہے کھڑا نہیں ہوسکتا تو دونوں اگر چاہیں گے کہ بڑا مزیدار پھل ہے توڑنا چاہئے لیکن کیسے توڑا جائے اندھے کو نظر نہیں آتا جسے نظر آتا ہے وہ وہاں تک پہنچ نہیں سکتا۔ پھر آپس میں اتحاد کر لیں گے وہ کہے گا کہ تم مجھے کندھے پر اٹھالو میں تمہیں بتاؤں گا اِدھر چلو اُدھر چلو یہاں رک جاؤ تم وہاں سے توڑلینا تو جب وہ پھل توڑیں گے تو اللہ کریم پوچھے گا روح اور بدن سے کہ ان دونوں میں قصوروار کون ہے تو وہ خود کہیں گے کہ بارالٰہی یہ دونوں بدمعاش ہیں دونوں نے مل کر کیا تو فرمایا جائے گا کہ یہی حال تم دونوں کا ہے۔ جو کیا ہے تم نے مل کے کیا ہے اور تم مل کر بھگتو گے تو اصل گھر جو انسان کا ہے وہ جنت ہے اور اللہ کی رضا اور اس کی پسند اس میں ہے کہ اس کے سارے بندے جنت میں جائیں لیکن وہ زبردستی نہیں لے جاتا بندوں کو اختیار دیا گیا ہے کہ تمہارے سامنے میں ایک وقتی اور لمحاتی دنیا بھی سجادیتا ہوں ایک خوشنما گلشن بنادیتا ہوں اس میں رہو اور اگر میرے حکم کے مطابق رہو تو اسے بھی انجوائے کرو اس میں بھی مزے کرو اور آخرت میں بھی اپنی

جنت میں جاؤ لیکن اگر آخرت کو بھول کر اسی پر فدا ہو گے تو نہ اس کا مزا اٹھانے دوں گا اور نہ آخرت میں جنت نصیب ہوگی تو چونکہ دنیوی اور اُخروی دونوں زندگیوں کا مدار آخرت کے یقین پر ہے اس لئے قرآن حکیم اسے دوبارہ دہراتا ہے جس طرح سورۃ بقرہ میں دوبارہ دہرایا مومنین کی صفت فرماتے هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ٥ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنفِقُونَ ٥ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ جیسے اب دیکھیں پہلے ساری ایمان کی صفات آگئیں قرآن پر ایمان کی صفت آگئی پہلی کتابوں کو مانتے ہیں آخرت ان سب میں آگئی لیکن الگ سے پھر کہا وَهُم بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ انہیں آخرت کا یقین کامل حاصل ہونا چاہئے یہاں بھی یہی فرمایا وَہم بالاخرۃ ھم یُوقنون کہ وہ آخرت پر اسقدر یقین کامل رکھتے ہیں کہ سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے اپنے آپ کو میدان حشر میں محسوس کرتے ہیں دوستی دشمنی، کام کاج، خرید وفروخت کاروبار زندگی کرتے وقت یہ سمجھتے ہیں کہ میں میدان حشر میں کھڑا ہوں اور مجھے کیا فیصلہ کرنا چاہئے یہ خصوصیت ہے ایمان کی اور پھر ذکر الٰہی اور نور قلبی سب سے مضبوط۔ سب سے قریب ترین اور سب سے آسان راستہ ہے۔ یقین بالآخرت کے حصول کا۔ یہ ذکر قلبی ہماری بڑائی کیلئے نہیں ہے کہ یہ اس کی بڑائی کا اقرار کرنے کیلئے ہے یعنی جتنا نور قلب میں آئے اتنی معرفت الٰہی اور اس کی عظمت کا احساس ہو اور اپنے کچھ نہ ہونے کا احساس بڑھ جائے جتنی روشنی قلب میں آئے اتنی دنیا کی بے رغبتی یہ یقین اور چیزوں کی حقیقت نظر آنے لگتی ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام دعا فرمایا کرتے تھے اللھم ربنا ارنا حقیقت الاشیاء اے میرے پروردگار ہمیں چیزوں کی اصلیت دکھا یا کر اسکا سبب یہ بنا کہ ایک دن بکری کا جگر کسی نے تحفتاً بھیج دیا نبی کریمؐ کیلئے اور ام

المومنینؓ نے سنبھال کر رکھ لی اب کوئی سائل گلی سے گزرا تو خانہ نبوی سے بھی یہی جواب آیا کہ اللہ برکت دے گا یعنی اللہ دینے والا ہے یہاں تو کچھ نہیں ہے تو جب حضور کریم ﷺ واپس آئے تو وہ کلیجی اٹھائی گئی تو وہاں تو سیاہ رنگ کا پتھر پڑا ہوا تھا۔ ام المومنینؓ نے شکایت کی یا رسول اللہ ﷺ یہ کلیجی رکھی تھی پتھر ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کوئی سائل تو نہیں آیا تھا۔ یا رسول اللہ ﷺ گلی سے گزرا تھا۔ پھر اسے دے دی ہوتی یا رسول اللہ ﷺ آپ کیلئے ہدیۃً آئی تھی اور گھر میں کھانے کو کچھ بھی نہیں تھا۔ آپ کی خاطر رکھ دی تو فرمایا پھر اللہ نے مجھے ایسی چیز تو نہیں کھلانی تھی جس پر کسی سائل کی حسرت زدہ نظر پڑی ہو اللہ تو دیکھ رہا ہے سائل نہیں دیکھ رہا ہے۔ اگر اسے کوئی انسان کھاتا تو گویا اس نے یہ پتھر کھایا۔ اللہ کے نبی کو تو اللہ یہ نہیں کھانے دیتا اس لئے پہلے یہ پتھر ہوا۔ تو چیزیں نظر کچھ آتی ہیں ان کی حقیقت کچھ اور ہوتی ہے تو حضورؐ دعا فرمایا کرتے تھے تعلیم امت کیلئے ہر کوئی یہ دعا کیا کرے کہ اے اللہ مجھے چیزوں کی حقیقت دکھا "اللّٰھم ربنا ارنا حقیقۃ الاشیا" اے ہمارے پروردگار ہمیں چیزوں کی صحیح صورت دکھا اور اگر حقیقت اشیا نظر آئے گناہ کی اصلیت نظر آئے چوری کے مال کی حقیقت نظر آئے دوسرے کے مال کی حقیقت نظر آئے تو کون ہے جو انگارے کھائے کوئی بھی نہ کھائے گا، کھانا چھوڑ دے گا، لیکن چونکہ ہماری نگاہ محدود طلب محدود یقین بالآخرت کمزور ہوتا ہے تو ہم اسے نعمت سمجھ کر کھا رہے ہوتے ہیں جو حقیقت میں دوزخ کا ایندھن ہوتا ہے اب رشوت کا کوئی مال کھاتا ہے تو اس کی حقیقت کیا ہوگی دوسروں کا مال لوٹ کر کھاتا ہے اسکی حقیقت کیا ہوگی تو ذکر قلبی اور انوارات الٰہیہ کا کمال یہ ہے کہ دل میں وہ نور پیدا کر دے کہ چیزوں کی حقیقت سامنے نظر آنے لگے یقین بالاخرت نصیب ہو جائے اور بندہ جیتا تو اس دنیا میں ہو اور بستا میدان حشر میں ہو۔

اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور ہمیں نور ایمان اور یقین بالآخرت جیسی نعمت عظیم عطا فرمائے۔ آمین

............☆☆☆............

امیر المکرّم کے بیانات "ٹی وی چینل" پر

الحمدللہ امیر المکرّم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالیٰ کے پنجابی کے تفسیر قرآن کے بیانات "اپنا ٹی وی چینل (پنجابی) پر باقاعدگی کے ساتھ ٹیلی کاسٹ ہونا شروع ہو گئے ہیں بیانات شام پانچ بجے کے خبرنامے کے بعد اور صبح 5:15 روزانہ نشر ہو رہے ہیں۔ تمام ساتھیوں سے گزارش ہے کہ بیانات باقاعدگی کے ساتھ سنیں اور دیگر دوست احباب کو بھی مطلع کریں۔

رحمت اللہ ملک '6 مزنگ روڈ' لاہور' فون نمبر 042-7310974' موبائل 0333-4363022

E-mail- rahmat@rahmat.com

اب کوئی حل نہیں اس کے علاوہ

سعد اللہ جان برق

سوال اتنا پیچیدہ بھی نہیں ہے' ایک سیدھا سادا حساب کا سوال ہے لیکن نہ جانے کیوں کوئی بھی اسے حل نہیں کرسکا اپنے ملنے والوں میں جتنے بھی دانشور تھے ان سے بھی ہم پوچھا کئے لیکن وہ بھی شاید ہماری صحبت میں رہنے کی وجہ سے نالائق ثابت ہوئے اور ہم خود تو ریاضی میں اتنے ماہر ہیں کہ اکثر دو اور دو کو یا تو پانچ کر دیتے ہیں یا تین' چنانچہ اب مجبوراً یہ سوال اپنے وطن کے ''اولی الامروں'' کے آگے رکھ رہے ہیں کیونکہ اخبارات اور ٹی وی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ باقی تمام علوم نقلی و عقلی کے علاوہ ریاضی میں بھی کافی ماہر ہیں اور خزانے میں زر مبادلہ' اقتصادی شرح نمو اور دیگر معاملات میں فیصد فیصد کے رموز سے خواب واقف ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ایک شخص ہے جس کا نام ''زید'' ہے اور مزدوری کا پیشہ کرتا ہے خاندانی شجرہ یوں ہے...... مزدور ابن مزدور ابن مزدور ابن مزدور اور خاندانی تخلص مجبور ابن مجبور ابن مجبور ہے' زید روزانہ دیہاڑی پر جا کر ڈیڑھ سو روپے کما لاتا ہے۔ سب سے پہلے تو وہ ایک دکاندار کے پاس جا کر چار کلو آٹا خریدتا ہے جو اسی روپے میں آتا ہے یوں تو ایک پاؤ فی وقت کے حساب سے گھر کے چھ افراد کا خرچہ ساڑھے چار سیر بنتا ہے لیکن چونکہ وہ اور اس کے گھر والے محبّ وطن ہیں اس لئے دو چار نوالے کم کھاتے ہیں یوں آدھے کی بچت کر دیتے ہیں اب اس آٹے کے لئے سالن بھی بنانا ہوتا ہے جس میں گھی مرچ مصالحہ وغیرہ بھی لگتا ہے لیکن چونکہ ایک تو وہ محبّ وطن ہے اور دوسرے یہ کہ وہ لوگ زمین پر سوتے ہیں اور جب کبھی زیادہ مرغن یا میٹھی چیز کھاتے ہیں تو منہ اور ہونٹوں کی چکنائی اور شیرینی کی وجہ سے چیونٹیاں چمٹ جاتی ہیں اس لئے وہ زیادہ گھی اور میٹھی چائے سے پرہیز کرتے ہیں اس لئے صرف گڑ اور چائے کی پتی لے کر اور ایک نیم تلخ سا شربت بنوا کر اس سے روٹی کھا لیتے ہیں چنانچہ آٹے کے ساتھ وہ صرف گڑ اور پتی خریدتا ہے جو تیس روپے کی آ جاتی ہے یوں ایک سو دس خرچ ہوئے اور چالیس بچے' دکاندار کا اس پر جو اٹھارہ سو روپے کا قرضہ ہے جو اس نے بیماری کی وجہ سے مزدوری پر نہ جا سکنے کے دنوں میں اپنے اوپر چڑھایا ہے دکاندار مصر ہے کہ باقی کے چالیس روپے وہ قرضے میں دے دے لیکن غذائی کمی عدم صفائی اور غربت کی وجہ سے اس کے گھر میں اکثر بیماریاں مقیم رہتی ہیں اب بھی دو بچے زکام اور بخار میں مبتلا ہیں اور بیوی کے سر میں مستقل درد رہتا ہے اس لئے وہ چاہتا ہے کہ عمر بیس روپے کاٹے اور باقی کے بیس وہ گاؤں کے میٹرک فیل ڈاکٹر کو پرانے قرضے میں دے دے تاکہ آج کچھ دوا دے دے۔ دکاندار اور ڈاکٹر دونوں کو نمٹا کر وہ آٹا وغیرہ اٹھا کر گھر لے جاتا ہے لیکن وہاں ایک اور خوش خبری اس کی منتظر ہوتی ہے۔ تین مہینے مسلسل بل ادا نہ کرنے کی وجہ سے گھر کی بجلی کاٹی جا چکی تھی اور اب سوال یہ کھڑا ہے کہ بلوں کی ادائیگی کے لئے ساڑھے چار ہزار روپے کہاں سے لائے۔ پڑوسیوں

اور رشتہ داروں سے بھی قرضے ملنے کا امکان نہیں کیونکہ اب تو وہ اس کے آئے دن کے قرضوں اور نادہندگی کے باعث اس سے روٹھے ہوئے ہیں دوسرے یہ کہ ان کی حالت بھی اس سے بہتر نہیں ہے۔ پڑوس میں جو ایک رہتا ہے اس کا مسئلہ یہ ہے کہ فصل میں بیج کھاد اور دیگر لوازمات چھ ہزار کے پڑتے ہیں اور جب فصل ہو جاتی ہے یعنی اگر سماوی اور ارضی آفات سے بچ جاتی ہے تو آڑھتی اور سوداگر مل کر اپنی مرضی کے نرخوں پر خرید لیتے ہیں اور صرف پانچ ہزار روپے آ جاتے ہیں۔ اس کی مجبوری کا یہ عالم ہے کہ اس کے پیاز اور ٹماٹر بازار میں چار روپے فی کلو فروخت ہوئے لیکن اب وہی پیاز و ٹماٹر وہ بیس اور پچیس روپے کلو خریدتا ہے۔ دوسرا پڑوسی ٹریکٹر چلاتا ہے۔ ایک طرف ڈیزل روز بروز مہنگا ہو رہا ہے اور کسان چونکہ خسارے میں رہتے ہیں اس لئے قرضہ تو اس کا لوگوں کے اوپر بہت ہے لیکن اب اتنا بھی نہیں کہ ٹریکٹر کے لئے ایک ٹائر خریدے چنانچہ ٹریکٹر کئی روز سے یونہی کھڑا ہے۔ تیسرا پڑوسی سرکاری ملازم ہے جس کی تنخواہ کبھی بھی بیس دنوں سے آگے نہیں بڑھتی۔ ایک اور پڑوسی تو بے چارا ملا ہے اور اس کا رزق تو قطعی نامعلوم ہے مقتدیوں نے کچھ دیدیا تو ٹھیک ہے ورنہ چولہا ہی نہیں چڑھتا۔

اب ان حالات میں یہ سوال سینہ تانے کھڑا ہے کہ بل کی ادائیگی کے لئے قرضہ کس سے لے۔ اس کے سسرال تو اس سے بھی بدتر حالت میں ہے دوست تو ہو ہی نہیں سکتا بھلا اس جیسے کا کوئی دوست بن بھی سکتا ہے؟ اب یہ سوال ہے جو ہم اس ملک کے اولی الامروں سے کرتے ہیں اولی الامروں کے بارے میں بتا دیں کہ پہلے زمانے میں اولی الامر صرف ایک بادشاہ ہوتا تھا لیکن اب سارے وزیر افسر اور حاکم اولی الامر ہوتے ہیں حتیٰ کہ دفاتر میں کام کرنے والے کلرک بھی اولی الامر کا دعوی رکھتے ہیں کیونکہ جس کے ہاتھ میں کام ہوتا ہے وہی سرکاری ہوتا ہے اس لئے ان سارے اولی الامروں سے ہمارا یہ سوال ہے ہاں ان اولی الامروں میں تمام لیڈر بھی شامل ہیں کیونکہ لیڈر بھی کبھی وزیر تھے۔ ہمیں معلوم ہے کہ آج کل یہ سارے اولی الامر بڑے مصروف ہیں کیونکہ ملک تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے اور نازک دور سے بھی گزر رہا ہے اور وہ سارے اور ساتھ ہی باقی کے تمام لیڈر بھی ملک کو بچانے میں مصروف ہیں اس لئے ان کو زیادہ فرصت تو نہیں ہوگی ہاں یہ بتا دیں کہ یہ سوال ان بیانوں سے حل ہونے والا نہیں ہے کہ ملک نے بے پناہ معاشی اور اقتصادی ترقی کی ہے۔ شرح نمو یہاں سے وہاں پہنچ گئی ہاں البتہ خزانے میں زرمبادلہ کے جو ''ذخائر'' ہیں ان میں سے اگر کچھ مل جائے تو لیکن یہ بھی ہمیں معلوم ہے کہ اگر اس خزانے کے ان ذخائر پر عوام کا حق ہوتا تو آج زید کی بجلی کیوں کٹتی' آٹا بائیس روپے فی کلو کیوں ہوتا۔ ان ہی زیدوں سے تو نچوڑ کر یہ ذخائر بڑھے ہیں تاکہ وزیروں کے آڑے وقت میں کام آئے۔

ویسے آپ کو بتا دیں کہ ہم اس سوال کا حل نکالا بھی ہے لیکن ''زید'' اس کے لئے تیار نہیں۔ ہم نے اس کو مشورہ دیا ہے کہ اپنا بیمہ کرائے اور پھر کسی گاڑی کے نیچے آ جائے۔ اس کے تمام مسئلے بھی حل ہو جائیں گے اور خاندان والوں کے بھی کچھ ہاتھ آ جائے گا تب تک اس کے بیٹے چائلڈ لیبر کے راستے کچھ نہ کچھ بن چکے ہوں گے۔

بشکریہ۔ روزنامہ ایکسپریس

مطلع عالم پہ ضوفشاں ہے صداقت اسلام

محمد شفیع اویسی

☆ ....ھادی پریس، بورے والا

وحی الٰہی اور ہدایت ربانی پر مبنی دین اسلام بنی نوع انسان کیلئے حقیقی نصب العین اور فلاحی ضابطہ حیات ہے اور اس آفاقی و سرمدی نظام پر استوار تہذیب وتمدن ہی گلشن ہستی کو ثمر بار کرنے کی صلاحیت سے بدرجہ کمال متصف ہے، حق کا مقدر پھیلنا اور بڑھنا، جبکہ باطل کا انجام ٹوٹنا اور بکھرنا ہے، اہل حق کے خلاف باطل پرستوں کی کثیر النوع دسیسہ کاریوں اور وسیع الاطراف ریشہ دوانیوں کے باوجود، باخبر مسلم وغیر مسلم ذرائع کے مطابق دنیا میں دین حق اسلام کا تسلسل وتواتر کے ساتھ پھیلنا اس کی آفاقی حقانیت کی واضح دلیل ہے، جس طرح پیاسے پرندوں کے غول شدید گرمی کے ماحول میں جھیلوں کا رخ کرتے ہیں، اسی طرح مغرب میں مادی انداز فکر اور بے لگام نظام عمل کی چیرہ دستیوں اور ستم رانیوں کے گھائل لوگ اسلام کی پاکیزہ، سادہ اور فطری تعلیمات ومعمولات سے متاثر ہوکر روح وقلب کے زخموں کے اندمال کیلئے دین فطرت کے سایہ عاطفت اور دامان رحمت میں تسکین پانے کیلئے والہانہ لپک رہے ہیں، مغربی ممالک میں یہود ونصاریٰ کے عبادت خانے تیزی سے ختم ہورہے ہیں، جبکہ مسجدیں بکثرت وجود میں آکر روز افزوں رونق پارہی ہیں آزاد تحقیقاتی اداروں کے مطابق ۲۰۲۰ء تک روئے زمین پر آباد نفوس میں ایک تہائی مسلمان ہونگے اس وقت صرف امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد ۷۰ لاکھ سے زیادہ ہے، وہاں گذشتہ پانچ برس میں مساجد میں 25 فیصد اضافہ ہوا ہے اور امریکہ میں اسلام دوسرے بڑے مذہب کی حیثیت اختیار کررہا ہے، عالمی بنک نے بھی اپنے اعداد وشمار میں دنیا میں مسلمانوں کی آبادی میں نہایت تیز رفتار اضافہ کی تصدیق کی ہے کہ صرف مغرب میں اس وقت مسلمان کل مغربی آبادی کا ۱۸ اور ۲۰ فیصد ہوگئے ہیں۔ دنیا میں جینیاتی تنوع کے اعتبار سے مسلمان قوم سب سے آگے ہے، کیونکہ اسلام نسل پرستی کے فلسفے کی نفی کرتا ہے اور کسی نسل، رنگ، زبان، خطے اور ملک کی بناء پر عصبیت کا شکار نہیں۔ دنیا بھر کے مسلمانوں میں ہر قوم کے لوگ موجود ہیں تمام ملکوں میں صرف مسلمان قوم کی ۵۰ فیصد سے زائد آبادی جوان لوگوں پر مشتمل ہے، اس آبادی میں نہایت تیزی سے جوان خون شامل ہورہا ہے یہ صورتحال اسلامی تہذیب کی صداقت، حقانیت اور فروغ ومقبولیت کی مظہر ہے جبکہ دین حق، اخلاقیات، خالق کائنات اور وحی الٰہی سے بغاوت کرنے والی نسلیں اور ان کی فاسد تہذیبیں تیزی سے مٹ رہی ہیں مغرب کی سماجی زندگی میں آوارہ فکر کلچر کے مذموم اثرات کی سنگینی پر مغربی ملکوں کے مفکرین، مدبرین اور مصلحین اشک افشاں، نوحہ خواں اور سربگریباں ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے تہذیب مغرب کی اپنے ہاتھوں خودکشی کرنے کی بات غلط نہیں کہی تھی۔ آج وہاں ناموس

نسواں کا دامن تار تار، خون کے رشتوں کا تقدس زار زار، عائلی نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار، ہر خورد و کلاں روحانی تشنگی سے بیقرار اور اندیشہ ہائے دور و دراز سے دوچار ہے، مغربی و اشتراکی معاشروں میں ''بن بیاہی ماؤں'' اور ''بے باپ بچوں'' کے سیلاب نے وہاں کی حکومتوں کو تشویشناک صورتحال سے دوچار کر دیا ہے اور امریکی حکومت کو بعض پیچیدگی کے تدارک کے لئے ووٹرز لسٹوں میں ''باپ'' کا خانہ ہی ختم کرنا پڑا ہے۔ ان ملکوں کے 50 فیصد لوگوں کو اپنے ''باپ'' کا ہی علم نہیں۔ مغربی معاشرے میں میٹرنٹی ہسپتالوں میں اسقاط حمل کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچوں کی باہر کوڑے کرکٹ کے ڈھیروں پر پھینکی ہوئی ڈبہ بند لاشیں زبان حال سے ''انسانی حقوق'' کے نام نہاد علمبرداروں کی شرف انسانیت سے عاری ''تہذیب'' کی حقیقی ترجمانی کرتی نظر آتی ہیں۔

مغرب میں فرائیڈ، ڈارون اور مارکس جیسے ملحد مفکروں نے جبر و جدل، دھکا دھاندلی اور زور و زبردستی کی منفی اقدار کی جو جوت جگائی تھی اور مادر پدر آزاد فکر کی جو چنگاری سلگائی تھی اب وہ شعلہ جوالہ بن کر خرمن ہستی کو خاکستر کرنے کے درپے ہے اور مادی مفکروں نے آزاد خیالی و آزادروی کے جو سہانے خواب دکھائے تھے اہل مغرب کو اب ان کی بھیانک تعبیروں کا سامنا ہے۔

''روشن خیال'' مخلوق کی یہ رسوائے دہر ''تہذیب'' انسانی معاشروں میں ہر جگہ جلد یا بدیر اپنے تشخص کو اسی طرح ''تعذیب'' (عذاب) کے روپ میں ہی متعارف کراتی ہے۔

اسلام کے بارے میں دلچسپی کا اظہار کرنے والوں میں خصوصاً عیسائی و یہودی شامل ہیں۔ آئندہ برسوں میں خصوصاً عیسائی کثیر تعداد میں مشرف بہ اسلام ہونگے اور ۲۵ سال کے اندر یورپی مسلمانوں کی تعداد تقریباً 6 کروڑ تک پہنچ جائے گی۔ یہ بات اسرائیلی تاریخ دان اور ہیبر ویونیورسٹی کے پروفیسر رافل اسرائیل نے اپنی تصنیف ''یورپ پر تیسرا اسلامی حملہ'' میں بتائی ہے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ اس وقت یورپ میں تین کروڑ مسلمان آباد ہیں جبکہ پورے براعظم یورپ کی آبادی 38 کروڑ ہے امریکی سنٹر آف امیگرین کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ اب تک 10 لاکھ سے زائد امریکی اسلام قبول کر چکے ہیں، پاکستان میں سابق امریکی سفیر ریان سی کروکر نے بھی ایک تقریب میں خطاب کے دوران یہ اعتراف کیا تھا کہ اسلام امریکہ میں بہت تیزی سے پھیل رہا ہے''

گذشتہ دس سالوں میں برطانیہ اور فرانس کے ایک لاکھ شہریوں نے اسلام قبول کیا یہ سلسلہ جاری رہا تو آئندہ پچاس سال کے اندر یہ علاقہ ''یورو عربیہ'' بن جائے گا۔ گریس ریسرچ نامی ایک برطانوی تھنک ٹینک کے ۲۰۰۵ء میں کرائے گئے ایک سروے کیمطابق آئندہ پندرہ برسوں میں تقریباً چار ہزار برطانوی چرچ بند ہو جائیں گے، جبکہ وہاں آج چار ہزار مساجد اور اسلامی سنٹرز مسلمانوں کے زیر استعمال ہیں۔ جن میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ پارسائی کی مسند پہ براجمان اور تاریخی حقائق مسخ کرنے کے فن میں یدطولیٰ اور شہرت نامہ رکھنے والے عیسائیوں کے موجودہ پوپ بنی ڈکٹ کے وطن مولود جرمنی سے پچھلے دنوں یہ خبر آئی تھی کہ وہاں عیسائی کمیونٹی میں اسلام قبول کرنے کی شرح میں ناقابل یقین حد تک تیزی آنے کی

صورتحال سے دل گرفتہ اور آبدیدہ ہو کر وہاں کے ایک معروف پادری نے خودسوزی کی کوشش کی تھی۔ اور برلن سے آن لائن کی رپورٹ کے مطابق جرمنی خبر رساں ذرائع نے وزارت داخلہ کی طرف سے منعقدہ سروے کے حوالے سے بتایا ہے کہ جرمنی کی عیسائی کمیونٹی میں جولائی 2004ء سے جون 2005ء تک چار ہزار افراد نے اسلام قبول کیا۔ جرمنی حکومت کے حمایت یافتہ دی اسلام آرکائیو سنٹرل انٹی ٹیوٹ نامی تھنک ٹینک نے پیش گوئی کی ہے کہ 2046ء تک جرمنی کی اکثریتی آبادی مسلمان ہوگی۔ ادھر روسی مسلمانوں کی شرح پیدائش میں غیر معمولی اضافہ کے پیش نظر مغربی مفکرین یہ پیش گوئی کررہے ہیں کہ 2050ء تک مسلمانوں کی تعداد روسیوں سے دوگنی ہوجائے گی اور وہی کلیدی عہدوں پر فائز ہونگے۔ روسی مفکرین کا تجزیہ ہے کہ مسلمانوں کا خاندانی شیرازہ منظم اور اخلاقیات کا پابند ہے مساجد آباد ہورہی ہیں اور ملحد و بے دین لوگ پوری آزادی سے اسلام قبول کررہے ہیں۔ یہ تمام تر صورتحال اسلامی تہذیب کی صداقت وحقانیت اور فروغ وپذیرائی کی مظہر ہے اور دین حق کی یہ معجزنمائی وپذیرائی طاغوتی طاقتوں کی اسلام اور اُمت مسلمہ کے خلاف شش جہات سازشوں، دسیسہ کاریوں اور ریشہ دوانیوں کے باوجود پوری رفتار سے جاری ہے، جس پر باطل کے پرستار حیران وپریشان اور سربگریبان ہیں مغربی خواتین میں اسلام قبول کرنے کا رجحان سب سے زیادہ ہے ان کا کہنا ہے کہ اسلام میں خواتین کا بہترین تحفظ ہے مغرب کی مادر پدر آزاد اور بے لگام تہذیب نے وہاں کی عورت کو نسوانی آداب کے حصول، عفت وعصمت کے حقوق، قلبی تسکین وطمانیت کی نعمت سے محروم کرکے اسے جنس بازار، چراغ محفل اور آلہ ہوس بنا دیا ہے جبکہ عورت کو اسلام کے دامن عافیت میں ہی امان نصیب ہوتی ہے۔ ادھر امریکہ جیسے نام نہاد ''مہذب'' معاشرے کے بارے میں انسانی حقوق کی عالمی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل نے امریکہ کے ادارہ برائے انصاف کے اعداد وشمار کے حوالے سے بتایا ہے کہ امریکہ میں عورتیں بڑے پیمانے پر ریپ اور دوسرے جنسی تشدد کا نشانہ بنتی ہیں اور اس حوالے سے انہیں انصاف بھی فراہم نہیں کیا جاتا مذکورہ تنظیم نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ مقامی امریکن اور الاسکا کی ہر تین عورتوں میں سے ایک جنسی زیادتی کا شکار ہوتی ہے اور صرف نیویارک میں ہر پانچ منٹ بعد کسی عورت کے ساتھ اجتماعی جنسی زیادتی (گینگ ریپ) کی رپورٹ درج ہوتی ہے الغرض یہود ونصاریٰ کی تہذیب وتمدن میں مذہب کا عمل دخل برائے نام رہ گیا ہے اور عملاً وہاں سیکولر ولادینی رجحانات ومیلانات کا دور دورہ ہے آج کی دنیا میں مغرب کی مادی تہذیب اور اسلام کا سرمدی نظریہ حیات ایک دوسرے کے مدمقابل آچکے ہیں اور تیزی سے تغیر پذیر عالمی حالات وحقائق امت مسلمہ کے ہر فرد بشر سے خواب غفلت سے بیداری، احساس ذمہ داری اور جدوجہد کی بھرپور تیاری کا تقاضا کرتے ہیں۔

☆☆......

دعائے مغفرت

فیصل آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ڈاکٹر محمد قاسم کی والدہ محترمہ وفات پا گئی ہیں۔

سلسلہ عالیہ کے ضلعی امیر محمد منیر انجم کی والدہ محترمہ وفات پا گئی ہیں۔

چیچہ وطنی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی عبدالغفار کی چچی وساس وفات پا گئی ہیں۔

دعا کا سلیقہ

''دعا یہ ہوتی ہے کہ اس کے لئے جو وسائل آپ کے اختیار میں ہیں' وہ اختیار کریں اور پھر خلوص کے ساتھ اپنا عجز اپنی بیکسی اللہ کے حضور ظاہر کر دیں کہ یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکے گا آپ ہی کر سکتے ہیں۔ دعا کا سلیقہ یہ ہے کہ تعمیل ارشاد کے لئے اپنی کوشش پوری کی جائے اور اپنی کوشش پوری کرنے کے بعد یہ عرض کیا جائے کہ بار الٰہی مجھے پتہ ہے میں عاجز ہوں' مجھ سے یا میری کوششوں سے نہیں ہو گا کرنا آپ ہی کو ہے' یہ جو میں نے اسباب اختیار کئے ہیں' یہ بھی آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے' آپ کی اطاعت کے لئے کئے ہیں' آپ کا کام ہے کہ آپ میرا مقصد حل فرما دیں۔''

تعاون

اسلم ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

مینوفیکچررز آف پی سی یارن

پل کوریاں' سمندری روڈ فیصل آباد فون 2-041-2667571

گناہوں کو نیکیوں میں بدلنے کا دھندا

دید شنید

☆ ....رفیق ڈوگر

عید کی نماز تو ہم نے بھی پڑھی تھی‘ وضو بھی اپنی ہمت کے مطابق ٹھیک ہی کیا یا شاید بنایا تھا۔ نماز کی نیت بھی ویسے ہی کی تھی جیسے مولوی صاحب نے نیت باندھ لینے کی ہدایت فرمائی تھی لیکن نماز کی قبولیت کا معاملہ اللہ ہی جانتا ہے اگر ہمارے پاس بھی ہمت اور وسائل ہوتے اور ہم اس مسجد میں عید کی نماز ادا کر سکتے جس میں صدر مملکت نے یا ہمارے تمہارے وزیراعظم نے عید کی نماز ادا کی تھی تو ’’قبولیت‘‘ کے بارے میں بھی ہم یقین سے کہہ سکتے تھے وہاں نہیں تو اپنے چوہدری بیبا ہمارا مطلب ہے چوہدری شجاعت حسین کے ساتھ ہی عید پڑھی ہوتی تو اللہ کے حضور نہ سہی چودھری پرویز الٰہی کی سرکار میں تو قبول ہو ہی جاتی مگر ہمیں اس کی بھی سعادت نصیب نہ ہوسکی اپنے اپنے مقدر کی بات ہے اب سنا ہے موجودہ اسمبلیاں نومبر سے آنجہانی ہونے جا رہی ہیں وہ گئیں تو سرکاروں کو بھی جانا ہی پڑے گا لہٰذا اگلی یعنی آنے والی عید پر بھی ہماری نماز کے کسی ’’سرکار‘‘ میں قبول ہونے کا کم ہی چانس دکھائی دیتا ہے ہمارے مولوی صاحب اپنے ساتھ عید منانے والوں کو عید کی نماز کا طریقہ اور نیت بتا کر خود نیت باندھتے ہی بھول گئے تھے۔ ہوسکتا ہے روزوں کی کمزوری نے اثر دکھا دیا ہو‘ پھر نماز کے بعد وہ دعا کرتے رہے تھے ’’اے اللہ! ہمارے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے‘‘ یعنی وہی دعا جو وردی شاہ کی درگاہ شریف پر بے نظیر جوڑی نے کی تھی اور شاہ صاحب نے قبول فرما کر امریکی صدر کو اطلاع کر دی تھی ہماری دعا کا یعنی مولوی صاحب قبلہ کی دعا کا جس کے پیچھے بہت سے لوگ آمین آمین ہی کہہ رہے تھے یا کہتے رہتے تھے‘ کیا بنا؟ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ایک تو اس لئے کہ ہمارا اللہ تعالیٰ کے بارے میں تصور اس سے بہت الگ ہے جیسا گناہوں کو نیکیوں میں بدل دینے کی دعائیں کرنے والوں کا ہے کہ گناہ کرتے رہو کرتے جاؤ اور دعا کر کے انہیں نیکیوں میں بدلوا لو۔ ہم تو اپنے رب کو ایسا سمجھنے کا گناہ نہیں کر سکتے‘ یعنی کیسا؟ ویسا ہی جیسا کوئی وردی شاہ کر سکتا ہے ہمارا جو اللہ کے بارے میں تصور ہے وہ تو ایسا نہیں کہ وہ لوگ کو ان کی دعاؤں‘ عمروں اور حج کے بدلے میں گناہوں کا لائسنس جاری کر دیتا ہو کہ گناہ کرو‘ لوگوں کا مال کھاؤ بے ایمانی اور لوٹ مار کرو اور اس مال میں سے تھوڑا سا خرچ کر کے حج اور عمرہ کر لو پچھلا کیا معاف آگے پھر شروع کر دو اور اگلے سال پھر نیا حج کر کے کوئی اور عمرہ کر کے وہ بھی معاف کروا لو اور ویسا ہی نیا لائسنس لے آؤ جیسا وردی شاہ صاحب معافی بیگم کو جاری کر رہے ہیں مگر خیر چھوڑیں اس معاملے کو کوئی مولوی ناراض ہو جائیگا مولوی صاحب جانیں اور ان کا خدا جانے۔ وردی شاہ بھی وردی میں مولوی صاحب بھی وردی میں وردی شاہ کو کہنا ہے سچ اور حق کا راستہ قومی فلاح اور نجات کا راستہ وہی ہے جو وہ بتا رہے ہیں مولوی بھی ہر ایک کو ساری عمر یہی فرماتا رہتا ہے کہ حق اور سچ کا بندوں کی نجات کا اور فلاح کا راستہ وہی ہے جو وہ بتا رہے ہیں وردی شاہ سے تو ہم آپ اختلاف بھی کر سکتے ہیں کسی محراب و منبر والے سے اختلاف

کر کے دکھائیں' اسی وقت دوزخ میں نہیں تو ہسپتال نہ پہنچا دے تو اس کی وردی کس کام کی؟ وہ وردی تو ایسی ہے جو اتارنے کا بھی کبھی سوال نہیں اٹھتا۔ اسی لئے ہم لوگوں کو سمجھایا کرتے ہیں کہ اصل وردی تو مولانا فضل الرحمٰن کی ہے؛ ویسے سچی بات تو یہ ہے کہ ہم نے مولوی صاحب ہمارا مطلب ہے اپنے مولوی صاحب کی اس دعا کے پیچھے پیچھے آمین نہیں کہا تھا چوہدری بیبا نے وہ رات یعنی اس بے نظیر جوڑی کی وردی شاہ کی درگاہ میں گناہوں کو نیکیوں میں بدل دینے والی دعا کی قبولیت والی رات شاہ صاحب کی درگاہ پر ہی گزاری تھی اور اس کے بعد فوری طور پر ایک اور عمرہ کرنے چلے گئے تھے چوہدری شجاعت حسین صاحب کو چوہدری بیبا کا خطاب اسی رات کے بعد وردی شاہ نے ایک انٹرویو میں دیا تھا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کی دعا قبولیت میں ان کا کردار کتنا بیبا ہوگا اس کے باوجود معافی بیگم ان کے بارے میں کسی غلط فہمی میں مبتلا دکھائی دیتی ہیں اور کئی بار کہہ چکی ہیں کہ وردی شاہ کی درگاہ عالیہ پر ان کی دعا کی قبولیت کے نتیجے میں چوہدری برادران کا ملکوٹھپ دینے کا راستہ صاف شفاف ہوگیا ہے معافی بیگم کی اسی غلط فہمی کی وجہ سے چوہدری صاحب کے مکہ مدینہ کے سفر بارے میں بھی کچھ لوگوں کو غلط فہمی سی ہو گئی تھی کہ وہ میاں نواز شریف کو ''آ عندلیب مل کے کریں آہ زاریاں'' پر راضی کرنے گئے تھے اور چوہدری صاحب کو وہیں ایسی کسی گھات کی تردید کرنا پڑ گئی تھی۔ بڑے لوگوں کو نیکیوں کی بہت زیادہ ضرورت رہتی ہے یہ بھی ہوسکتا ہے انہیں خدشہ ہو کہ میاں نواز شریف نیکیوں کے کاروبار میں ان سے آگے نہ نکل جائیں اور انہیں رات کی بات اور گھات کا جھگڑا درمیان میں چھوڑ کر عمرہ کرنا پڑ گیا ہو ورنہ ان کے وردی شاہ تو کہہ چکے ہیں کہ وہ انتخابات سے پہلے شریفین کو واپس نہیں آنے دیں گے اور اگر انہیں انتخابات سے پہلے واپس آنے کی اجازت ہی نہیں تو چوہدری بیبان کے ساتھ انٹی بی بی گھات کا کوئی معاملہ کیسے لے کر سکتا تھا؟ ہمارے لوگ معلوم نہیں کیوں فوراً ہی گناہوں کو نیکیوں میں بدل دینے کی ہلکی سی آہٹ پر بھی اب پریشانی میں مبتلا ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور پوچھتے پھر رہے ہیں کہ میاں نواز شریف کب واپس آرہے ہیں؟ ان کا اپنا ملک ہے وہ جب چاہیں آئیں' انہیں کون روک سکتا ہے بعض لوگ یہ پوچھتے پھرتے ہیں کہ قبلہ وردی شاہ نے عید پر اپنی شریک مفاہمت کو مبارکباد کا پیغام بھیجا تھا یا نہیں؟ اس بارے میں ٹھیک ٹھیک تو بنی اسرائیل کی امریکی بکری اور محترم ہمارے اور ہماری قوم کے طارق عزیز صاحب ہی بتا سکتے ہیں لیکن ہمارا اپنا اندازہ ہے کہ انہوں نے لازماً اپنی شریک مفاہمت کو عید مبارک دی ہوگی مفاہمتی آرڈیننس کی عیدی کے بعد ان کی ایسی کوتاہی سے آصف علی زرداری اور رحمان ملک برامان سکتے تھے اور شاہ صاحب انہیں ناراض کرنے کی پوزیشن میں نہیں'' خاص طور پر آصف علی زرداری کو تو بالکل ہی ناراض نہیں کر سکتے۔ کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ عید کے روز ایوان صدر میں وزیراعظم ہاؤس میں' گجرات میں' گورنر ہاؤسوں میں' جن لوگوں کو عید ملتے اور اپنے اپنے درجات بلند کرواتے اور گناہ معاف کرواتے دکھایا گیا تھا ان میں معافی بیگم کے بندوں میں سے کوئی ایک بھی کیوں نہیں تھا؟ کیا چوہدری بیبا کی کوئی دعا قبول تو نہیں ہوگئی؟ نہیں بیبا ایک ہی درگاہ شریف پر دو متضاد دعائیں کیسے قبول ہوسکتی ہیں؟ آپ ہماری طرف سے عید رفتہ کی مبارکباد قبول فرما دیں اور پوری لگن سے محنت کریں تاکہ ہم گناہوں کے نیکیوں میں بدل جانے کی ضروریات پوری کر سکیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارے خادموں کو مزید نیکیوں کی سعادت ہی نصیب نہ ہو۔

بشکریہ روزنامہ ''نوائے وقت''

resources. Similarly, the objective is to perform Zikr Allah: one can adopt any form and method (permitted by the Shari'ah).

No scholar of religious knowledge can accomplish literary works with so much of care, logic and authenticity as has been done by Sufis and Mashaikh. The religious scholars have only one source of knowledge, the documentation; while the Sufis have two sources, the documents as well as their acumen or insight. If they happen to take a step against the Sunnah, their Qalb is affected and they immediately stop, realizing it was wrong. In the writings of Sufis, you find that many things that are considered lawful by religious scholars, are regarded unlawful by the Sufis. There are Ahadith about which the Sufis opine that these are not authentic because these don't reflect Prophetic blessings.

Q: 3 It is quoted in Dalael us Sulook that the breathing of the Holy Prophet-SAWS became fast during reception of Divine Revelation, but there is no mention of Zikr in it.

A: 3 Revelation of the Divine Word was accompanied by Divine Refulgence. When Divine Lights descended on the noble Qalb of the Holy Prophet-SAWS, the blood became hot, the Qalb started beating faster and the breathing became rapid. Someone has written a book on the life of Abu Hanifah-RUA. Summarising the whole discussion, he concluded that the people who criticise him are not blameworthy. His approach and ability to comprehend and express religious issues is so high that a common man cannot access it and thus starts passing verdicts against him. In the end he has quoted a poetic verse to illustrate his point, 'Your enlightenment is like darkness to me.' The same is the case here. There is such a clear and strong reason in Shaikh ul Mukarram's inference, and you have not been able to see any logic in it! It requires someone's company to develop an understanding for such discourse. Whenever the Holy Prophet-SAWS was receiving a new Divine verse, he was overwhelmed by the same state. He-SAWS is the source of light, the centre of Divine Refulgence; yet, whenever he received fresh revelation, he experienced the same condition, that is, more heat was generated in his blood, his noble Qalb started beating faster which was reflected in his rapid breathing. Spiritual teachers have reversed this principle, that is, if you breathe faster you will increase your heart rate, invigorating the blood which will, in turn, help in the absorption of Divine Lights (by the Qalb) that are descending on it through the Tawajjuh (spiritual attention) of the Shaikh.

Q: 4 Sufis conduct the Zikr of 'Allah Hoo', while this phrase does not exist in the Holy Quraan. Phrases like 'Allah-o La Ilaha illa Hoo' or those containing the pronoun, like 'Lahoo Mulk as-Samawaat-e wal Ardh' do exist in the Holy Quraan. Similarly, the pronoun 'Hoo' in 'Qaulohoo' refers to its preceding word. I don't understand how an erroneous phrase can become Zikr Allah. What is the use of such Zikr when even the Personal Name of Allah is not recited properly? If you remove the 'Hoo' after the word Allah, it will be pronounced as 'Allah', which will be correct. Otherwise, according to the rules of grammar, it is a flawed composition.

A: 4 'Allah Hoo' becomes a complete sentence, meaning 'HE is Allah'. When the pronoun 'Hoo' is combined with the word 'Allah', it becomes a complete sentence: 'HE is Allah'. Understand a simple grammatical principle that this is a complete sentence. The pronoun 'Hoo' gives it the meaning 'HE is (exists), Whose name is Allah'.

اللہ والوں سے محبت اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ اللہ سے محبت کا سلیقہ سکھاتے ہیں ان حضرات کے پاس ایک ہی مجرب نسخہ ہے کہ وہ بندے کو اللہ کا ذکر کرنے کا سلیقہ سکھاتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ان کی صحبت میں رہ کر جب ذکر کیا جاتا ہے تو ازماً اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ شیخ کامل کی پہچان یہ ہے۔ 1- عالم ربانی ہو کیونکہ جاہل کی بیعت ہی سرے سے حرام ہے۔ 2- صحیح العقیدہ ہو کیونکہ فساد عقیدہ اور تصوف سلوک کا آپس میں کوئی تعلق، رشتہ ہی نہیں۔ 3- متبع سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو کیونکہ سارے کمالات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے حاصل ہوتے ہیں

probability of the roof collapsing while sleeping or the probability of an accident while driving. Shall we then forsake all worldly activity for fear of some fatal probability?

Q 2: Is there any reference of doing Zikr by breathing either in the Holy Quraan or in Ahadith?

A 2: If the Holy Quraan gives details of the ways and means to be adopted for Hajj whilst giving the Command to perform Hajj, then all forms and methods of Zikr would also be mentioned in it. Where in the Holy Quraan is the order to draw water from a river or a rivulet for making Wudhu given? The Holy Quraan gives the aims and objectives only, not the means and methods. There is only one restriction for the means and methods: they should not be against the Shari'ah. Let's say we require water for making Wudhu for Salah, should we take it from a person dying of thirst? No. Rather, we should perform Tayyemum. The Holy Quraan and the Ahadith don't discuss specific means and methods, they mention only the goals and objectives. Building a mosque can be an objective, it is for you to decide whether the walls should be of brick or of stone, will they be whitewashed or not, will the plaster be of cement or of mud, will the roof have iron bars or wooden logs. It is childish to ask for the reference of a reinforced-concrete-cement roof in the Holy Quraan or Ahadith.

The Holy Quraan has clearly and repeatedly commanded, Do Allah's Zikr frequently. Of all that you do in life, Zikr Allah should be the most frequent act. Do it in any manner under all circumstances: Those who remember Allah standing, sitting and reclining. The Holy Quraan has not placed any restriction whether someone is breathing fast or slow, but has emphasised the importance and superiority of doing Zikr with the Qalb. Don't obey (follow) the one whose heart WE have made unmindful of OUR Zikr. It is a punishment for some fault or sin that a Qalb forfeits its capacity to do Zikr. In this verse, the Holy Prophet-SAWS is being instructed not to pay any attention to such a person. Had he been of any worth, then why would WE take out OUR Zikr from his Qalb, such a person is not worthy of attention.

The sayings of the Holy Prophet-SAWS are recorded in al Bukhari but al Bukhari was not there during the times of the Holy Prophet-SAWS. Where will anyone find the authentic reference for al Bukhari and al Muslim themselves? Our present schools of religion (Madaaris) teach Quraan and Ahadith. If we wish to search for their references during the times of the Holy Prophet-SAWS, we won't find a single school where one teacher taught grammar only, the other taught only Ahadith, whilst the other taught only Tafseer and yet another taught the memorization of the Holy Quraan. We don't find such departments during that time. We find only one school, with only one teacher-SAWS. Battle training was also imparted there, Quraan and Hadith were also taught there, all this happened at one place. Why have different departments been organised today? Where is their reference?

All these are means and methods and require no reference. The fact that they are not considered unlawful by the Shari'ah is sufficient for their adoption. Authentic reference is needed only for goals and objectives and these should be separated from means and methods. As I have mentioned before, performing Hajj is an objective. The person, for whom it is an obligation, must perform it. However, the Holy Quraan is not concerned whether someone travels on a horseback, on a camel, by road or by air. His reward will not increase if he travels by air, nor will it decrease if he goes riding a horse, nor will it increase if he goes on foot. In reality, such concepts are the by-products of ignorance. It is Allah's Grace that HE keeps providing for newer means and resources. Similarly, the objective is to perform Zikr Allah; one can adopt any form and method (permitted by the Shari'ah).

No scholar of religious knowledge can accomplish literary works with so much of care, logic and authenticity as has been done by Sufis and Mashaikh. The religious scholars have only one source of knowledge, the documentation; while the Sufis have two sources, the documents as well as their acumen or insight. If they happen to take a step against the Sunnah, their Qalb is affected and they immediately stop, realizing it was wrong. In the writings of Sufis, you find that many things that are considered lawful by religious scholars, are regarded unlawful by the Sufis. There

and defraud. That really is the limit! Isn't that a total deceit? If we don't intend to reform and change ourselves then why do we stage this false drama? If I don't mean to sincerely submit before **Allah**, then what is the fun of remaining hungry while fasting? Isn't it that I am only deceiving myself and feeling proud? If I don't plan to obey **Allah**, then why do I take the trouble to prepare for the prayers and lead hundred of others to bow our heads before **Him** during Salah? That bowed head is actually the symbol of my total submission to **Allah**'s Commands. But when I rise, I proceed to deceive others, tell lies and work corruption. It means that I have also tried to deceive my Lord during these prayers. Such fraud certainly blooms into thorns of ignominy and dishonour.

Questions and Answers about Tasawwuf

Questions of Ahbab answered by

His Eminence Ameer Muhammad Akram Awan

Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah

Q 1: Does Zikr by breathing cause any harmful effect to a person's brain, heart or lungs? Surely, when breathing is done unnaturally, there should certainly be some effects, good or bad.

A 1: There are a number of methods of Zikr, all of which were adopted during the Quroon-e Oola (Earliest Period). The Sahabah (Companions) also did Zikr. However, with a single glance from the Holy Prophet-SAWS, their whole bodies had become Zakir (i.e. resonated with Allah's name); the Holy Quraan confirms this fact. One of the attributes of an ideal Muslim stated by the Holy Quraan (the Companions being the ideal Muslims of the Holy Quraan) is that when he hears Allah's Zikr or HIS Ayaat (Verses), his head, his heart and the cells of his skin to the core of his heart also feel its effect and resonate. Then, each cell of his body becomes a Zakir, from his outermost skin to the innermost recess of his Qalb. This was the state of the Companions, however, they didn't have to make any effort to acquire it. One single glance from the Holy Prophet-SAWS did the job. The Taba'in also didn't have to make any effort, for in the company of the Sahabah, every visitor became a Taba'i. Similarly anyone who met a Taba'i became a Tab'a Taba'i.

Performing Zikr in the company of a Shaikh is proved from even the Sahabah. Zikr in the presence of the Holy Prophet-SAWS, or together in a Halqah (Circle) in Masjid-e Nabvi-SAWS is proven from them. Zikr, up to now, has also been curing ailments of the head and heart. This is also our personal observation and we have read and heard of past incidents of patients getting cured by Zikr Allah. I myself have been doing Zikr for the last half a century (and that's a long time) and have not experienced any ill effects.

Hadhrat ul Mukarram-RUA spent more than eighty years in this world. Till the last day of his life, his mind and heart were better and stronger than those of other people. His memory was vivid and his organs were functioning normally. He spent a lifetime in Zikr, even now thousands are doing Zikr in the same manner without the slightest of ill effects.

As far as breathing unnaturally is concerned, if walking is natural, why will walking quickly or running become unnatural? Similarly, if breathing is a natural activity, why will breathing rapidly be called unnatural? Yes, it can be difficult, but why unnatural? This is just lack of understanding and a wrong choice of words! If the theory of probability is considered, there is a probability of some ill for every action. There is a probability of falling sick after drinking or eating, a

Now, why should we leave our habits? We are fond of sleep, so why should we rise in the morning for prayers? We are fond of food, so why should we remain hungry during the days of fasting? Would that make us healthy? Would that protect us from worldly problems? No! That won't give us health or protection but it would certainly make our Lord happy. Health or disease, comfort or discomfort, it doesn't matter but what really matters is that our Lord is happy with us. It implies that anyone who migrates for **Allah** will certainly face problems. The first group of Muslims, who migrated in the way of **Allah**, was terribly persecuted, they were subjected to all kinds of torture. But **Allah** reiterates **His** promise here and reassures us that if an emigrant overcomes all resistance and withstands all persecution in **Allah**'s way, **He** will then grant him a better place, greater respect, more comfort and numerous bounties in the world: *We verily shall give them goodly lodging in this world, and surely the reward of the Hereafter is greater*. In our worldly life, we work and travel for greater comfort and respect. **Allah** says, 'Just change your habits and obey me. Let **My** Good Pleasure be the purpose of your life and behold! I shall grant you everything.' Look at those who changed themselves and migrated. The Makkans had snatched all their belongings including food and clothes. Weren't they the same handful of nomads, who later challenged the might of Kufr and conquered the whole world?

Rustam, a legendary hero of Persia, expressed his resentment and anger in the following words, "It is indeed very strange that these Arabs, who drink camel's milk and eat lizards are threatening the Persian Empire which has dominated the world for centuries." **Allah** rewarded those nomads with singular fame and excellence, which no other nation ever received. By itself, that is an irrefutable proof of their sincerity. They left their ancestral property, homes and even habits. They used to indulge in usury, infanticide and bloody feuds. They divorced all of this only for the sake of **Allah**. Resultantly, they were beaten up, persecuted, tortured and besieged in Shoab-e Abi Talib for three years to suffer all possible hardships under an open sky. They endured everything but didn't return to their previous belief or conduct. They said "Whatever we left for **Allah**, we have left it for good. We shall take it back on no account." As if that wasn't enough, they were forced to leave their city and part with whatever was left. Some had to leave his wife, some his children, some his brother and sisters, and some had to leave his parents behind. But do you know where these apparently poor and empty handed people were going to? They were not fleeing for refuge but were on their way to rule the world. You can see the Divine reward for their migration.

Worship is not a burden, but it must be absolutely unconditional. **Allah** says, 'Perform your worship only for **Me**. Make your migration pure for **Me**. During the process, you shall be duly tested. Don't think that you shall be rewarded only for your verbal claim of Islam. Were the earlier people rewarded just like that?' *And surely **We** shall try you with something of fear and hunger and loss of wealth and lives and crops* (2:155), but if you resolutely wade through all of these trials and tribulations, then you have indeed reached your destination. *We verily shall give them goodly lodging in this world*. Then, all excellence and glamour of this world rolled at their feet; be it wealth, power or prestige, no other people got as much as those who had migrated in **Allah**'s cause.

No doubt, it is the same Lord even today. It is the same God and the same Prophet ﷺ. **Allah**'s promise stands firm and fresh even today. Why is then ignominy and dishonour the lot of today's Muslims? It is only the Muslims' blood that is shed and the Muslims' honour which is molested everywhere in the world. Even Hindus are ruling and killing Muslims. Do Muslims exist only to be slain? Although at some places Muslims are trying to defend themselves also. However, what is the reaction of the UNO to these issues? The world body decidedly votes for further suppression and extermination of Muslims. Why is that? Let's ask ourselves, what's going to happen if we don't fulfil our promise with our Lord. The **Quran** leaves no ambiguity when answering this question: *Ignominy is their lot in this world*. Such people reap only dishonour and shame in this world.

We enshroud ourselves in unstitched clothes and cover thousand of miles to Makkah to perform Hajj. Millions of us gather there every year. But let's be honest, has that reformed our belief, thought or conduct? We leave our homes and dear ones to stand respectfully before our Lord and submit, "We are **Your** slaves." However, at the same time, we are selecting our targets to deceive

disbelievers? It is because they don't believe in **Him** as **He** really is and they falsely attribute partners to **Him**. Every person paints a different picture of **Allah** in his heart. Then how is **He** in reality? **He** has answered this question **Himself**, through **His** holy Prophet-SAW. It is therefore necessary to believe about **Allah**, as described by the holy Prophet-SAW. This fundamental belief assigns two aspects to this relationship. The first is that, **He** is the true God Who is so Sublime that **He** is worthy of worship, while we are so humble that we should worship **Him**. This realisation builds the relationship of worship. We fold our hands on our chest during Salah and profess that **Allah** is our Lord and we are **His** slaves, then we bow down and finally we place our heads on the ground during prostration. What does all of this worship signify? It is in fact, an expression of total submission and subservience to Divine Greatness. However, this claim of ours is frequently put to the test in our practical lives. How do we, who claim this relationship, behave in various spheres of our lives? Does a man, who leads the prayers of thousands of people in the mosque, similarly obey **Allah** outside the mosque also? Does a person who fasts, refraining from his lawful food and drink, in obedience of a Divine Command, also obey other Divine Commands with the same sincerity in other spheres of his practical life? Does he refrain himself only from food and drink or from all unlawful things? Does he, along with his worship, continue to tell lies, deceive others and work corruption? If that is his business, then he worships only in form, not in spirit. He may have gone to the mosque for Salah but hasn't actually prayed. He may have remained hungry and thirsty, but he hasn't really fasted. The Prophet-SAW remarked that if a person doesn't stop disobeying **Allah**, doesn't shun lies, theft and evil, then verily **Allah** doesn't care about his worship. His fast shall fetch him nothing but hunger and thirst.

Worship is the relationship of a slave with his Lord, **He** is the Creator and we are subservient to **Him**. The only relationship between us is that of worship, there simply is no other relationship. We can't become **His** equals nor can we transact any business with **Him**, business is the exchange and fulfilment of mutual requirements. Whereas **Allah** is absolutely Independent of all needs, while we are totally dependent, reliant; we cannot remain independent of **Him** even for a single moment. Then, what can be the nature of our relationship with **Him**? It can only be the relationship of submission and worship. **He** is the Lord and we are **His** obedient slaves. Worship is the bond of unquestioned obedience and its strength is tested in the practical life of this world. **Allah** has not reserved **His** reward for formal worship only. It is not correct to presume that **He** will reward only those who worship and obey **Him**, do justice and don't usurp others' rights; this alone won't be sufficient. **Allah** has made this absolutely clear by quoting examples of previous nations, the opening verse reminds us of **Allah**'s Divine promise regarding this. Although the time and purpose of the revelation of a Quranic verse may be specific, yet its orders are not limited to any particular group, but are meant for the entire human race. This verse addressed the early Muslims but its orders are still applicable to all of us even today. It cautions a Muslim against relying too much on his worship and highlights an event of the life of the early Muslims, *and those who became fugitives for the cause of **Allah** after they have been oppressed*. This verse praises those Muslims, who despite terrible persecution, migrated only for **Allah**, even when the whole world tried to block their way. This verse also implicitly indicates that those who follow the religion will face numerous problems. They will have to encounter opposition from many directions, endure hunger and disease, and face the persecution of the oppressors. This means that all of those who try to migrate will definitely encounter resistance from the rest of the society. That is no easy job. What is the reality of migration? It means to leave one area and move to another where it is possible to freely practise religion. However, a more difficult form of migration is the migration from the bad to the good. It is not difficult to leave a house or city, but it is extremely difficult to change habits. The holy Prophet-SAW has said that, if someone leaves a city for a woman, he has migrated for that woman and if someone leaves his city for wealth, he has migrated for that wealth. Only that person has migrated for **Allah**, who has left his house and city for the good pleasure of **Allah**. If he however, doesn't leave his bad habits and doesn't improve his conduct, then he hasn't really migrated, even if he has left his city. The real migration is that we divorce evil in thought and conduct and leave everything that displeases **Allah**.

THE LORD - MAN RELATIONSHIP

And those who become fugitives for the cause of ***Allah*** *after they had been oppressed, We verily shall give them goodly lodging in this world, but surely the reward of the Hereafter is greater, if they but knew. They are steadfast and put their trust in* ***Allah****. And We sent not before thee (as Our Messengers) other than men whom We inspired. Ask the followers of the Remembrance if you knew not with clear proof and writings and We have revealed unto thee the Remembrance that thou may explain to mankind that which has been revealed for them and that haply they might reflect.* (16: 41-44)

Time stamps its indelible signature on the pages of history. Flowing water changes the geography of its passages and affects their populace. Similarly, the silent tide of time erodes civilisations and assigns new meanings to human values. The holy Prophet-SAWS left this world fourteen hundred years ago and these fourteen centuries heralded great events and numerous changes. One of these changes is that we claim to be Muslims, whilst in our hearts we think that we are doing a great favour to **Allah** and his Prophet-SAW by practising Islam. A common Muslim covertly links his worship with strange worldly demands. He thinks, 'If I pray, I shouldn't catch a cold. If I fast, I shouldn't contract cough. How is it that I practise religion and still fall sick?' However, this was never the purpose of the religion given to us by the holy Prophet-SAW.

Religion signifies the relationship of a human being with his Lord, it does not infuse any Divine Attributes in him. A human being always remains a human being, he never becomes an angel. All of his needs continue to chase him, he still feels hungry and also needs sleep. However, religion grants him a sublime blessing, it gives him the vision to perceive The Divine Being. A believer, with the light of his Faith, perceives and feels the presence of the Invisible and Omnipresent Being, Who can neither be seen nor felt. The religion given to us by the holy Prophet-SAW doesn't guarantee any protection from worldly losses or diseases as a reward for worship, but it does teach a believer the way to establish a connection with his Lord.

The human relationship thrives on various bases. When I read or write a letter for an illiterate person, I expect a favour in return. A person, who has the resources but lacks the technical know-how, will employ someone who needs money and possesses the requisite knowledge. That is a give and take, a business relationship, where each person wants to benefit from the other. However, **Allah** is above all needs and we cannot grant **Him** even the smallest of favours, nor does **He** expect anything from us. Then, what is the basis of our relationship with **Him** and how can we establish this relationship? Religion gives the answer to this question.

By Divine Knowledge, the holy Prophet-SAW has recommended two ways for this purpose. The first is that we accept and believe **Allah** as **He** is. No religion has ever denied the presence of a Supreme Being. Even idol worshippers, who assign partners to **Him**, don't deny **His** existence. The Hindus of India worship almost thirty six thousand gods, but still believe in the existence of a Supreme Being Who commands all deities. However, despite this belief, why are they called